کرسمس۔ایک تجزیاتی مطالعہ

عید میلاد المسیح اور اسلام

کیا ذمین ساکن ہے؟

الحاد جدید سائنس اور خالق کائنات

قادیانی ظل بروز کی حقیقت

ماہانہ آنلائن

الاسلام ریئل

تحقیقی مجلہ

جلد نمبر 1: شمارہ نمبر 5: دسمبر 2020ء

ایڈیٹر:

مفتی سعد کامران (فاضل علوم اسلامیہ، ایم فل اسلامک سٹڈیز)

معاون ایڈیٹر:

حسن معاویہ امین چنیوٹی (بی ایس سی ماس کمیونیکیٹ)

معاون خصوصی:

محترم فرمان شیخ (ایم اے، ایم ایڈ، ایم فل، فاضل تقابل ادیان)

مضامین ارسال کرنے اور مجلہ کے حصول کے لیے رابطہ فرمائیں۔

Magazine@AlislamReal.Org

03004907617-03450580470

شائع کردہ:

AlislamReal.org

فہرست

نمبر شمار	مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
	اداریہ		
1.	الاسلام ریئل۔ایک تعارف	اداریہ	5
	قرآنیات		
2.	ملحدین کے اعتراضات کا جائزہ (قسط نمبر 5	دار التحقیقات انٹرنیشنل	6
	دفاع حدیث		
3.	سلسلہ تعارف منکرین حدیث (قسط نمبر 1	مولانا رانا عاطف	8
	مطالعہ الحاد		
4.	الحاد، جدید سائنس اور خالق کائنات	عنبرین کلثوم	14
	ردفتنہ جدیدیہ		
5.	کیا حضرت علیؓ نے خوارج کا جنازہ پڑھایا؟	مولانا احمد رضا رضوی	16
	مطالعہ تقابل ادیان		
6.	قرآن کریم میں اصحاب سبت کا تذکرہ	غلام نبی کشانی	26
	کرسمس سپیشل		
7.	کرسمس۔ایک تجزیاتی مطالعہ	محمد منیب الرحمٰن	40
8.	عید میلاد المسیح اور اسلام	مولانا ذاہد الراشدی	50
	مطالعہ سائنس		
9.	کیا ذمین ساکن ہے ؟	طیبہ فاطمہ	57

مطالعہ قادیانیت

.10	عقیدہ ختم نبوت اور قادیانی دھوکہ اور ظلی بروزی نبوت کی بحث	مفتی سعد کامران	76

شخصیات اسلامی

.11	کثیر التصانیف علما اسلام	نازش المدنی مراد آبادی انڈیا	80

English Portion

.12	An Insight into Prophetic Paradigm for Establishing an Ideal Welfare State through Educational Reforms	Dr. M.Zulqarnain	87

الاسلام ریئل۔ایک تعارف

اکیسویں صدی کے اس عشرہ میں جہاں انسان نے ترقی کی ہے وہیں انسان اپنے خالق حقیقی سے دور ہوتا جارہا ہے اور جو دور نہیں ہو رہے وہ خالق حقیقی کے دین حقیقی اسلام میں نت نئی تحریفات کے مرتکب ہو کر راہ راست سے بھٹک رہے ہیں جن کا بہت بڑا تبلیغی مرکز سوشل میڈیا ہے ۔جس پر نوجوان نسل بر جمان ہے جو س دلدل میں پھنستے دیر نہیں لگاتی۔جہاں ایک طرف اہل کفر اسلام پر نت نئے طریقوں سے حملہ آور ہے وہیں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں موجود ایسے فتنے ہیں جو امت مسلمہ کی ساکھ کے لیے خطرہ ہیں،اگر ان کو روکنے کے لیے بروقت کاروائی نہ کی گئی تو موجودہ نسل کو اسلام سے دور کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

"الاسلام ریئل" نے اسی خطرہ کو دیکھتے ہوئے قلمی جہاد کی طرف قدم بڑھایا جس کا اولین مقصد مسلمان فرقوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرنا اور دفاع اسلام میں ایک سطح پر متحد ہو کر کام کرنا ہے۔اس کے لیے ہم نے دینی مدارس کے علاوہ عصری تعلیم کے حامل نوجوانوں سے علمی تعاون کی اپیل کی ہے کیونکہ دشمنان اسلام کا پہلا حملہ سکول،کالجز،یونیورسٹیز ہی ہیں۔سو ہم ان اداروں سے منسلک افراد (طلبا،طالبات،اساتذہ) سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر دفاع اسلام کے لیے اپنا قلم اٹھائیں۔اگر آپ ذوق رکھتے ہیں لیکن لکھ نہیں پاتے تو اس کے لیے بھی "الاسلام ریئل" کی ٹیم آپ کی مدد کو تیار ہے۔اپنے سابقہ مضامین،مقالہ جات،ریسرچ پیپرز،اسائنمنٹس وغیرہ ہمیں ارسال کر سکتے ہیں جنہیں ہم 'الاسلام ریئل' کی زینت بنائیں گے۔

اس کے علاوہ اگر آپ رضاکارانہ طور پر مثلاً اردو انگلش کمپوزنگ،ترجمہ،گرافک ڈیزائننگ جیسی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں تو ٹیم کا حصہ بننے کے لیے رابطہ فرمائیں۔
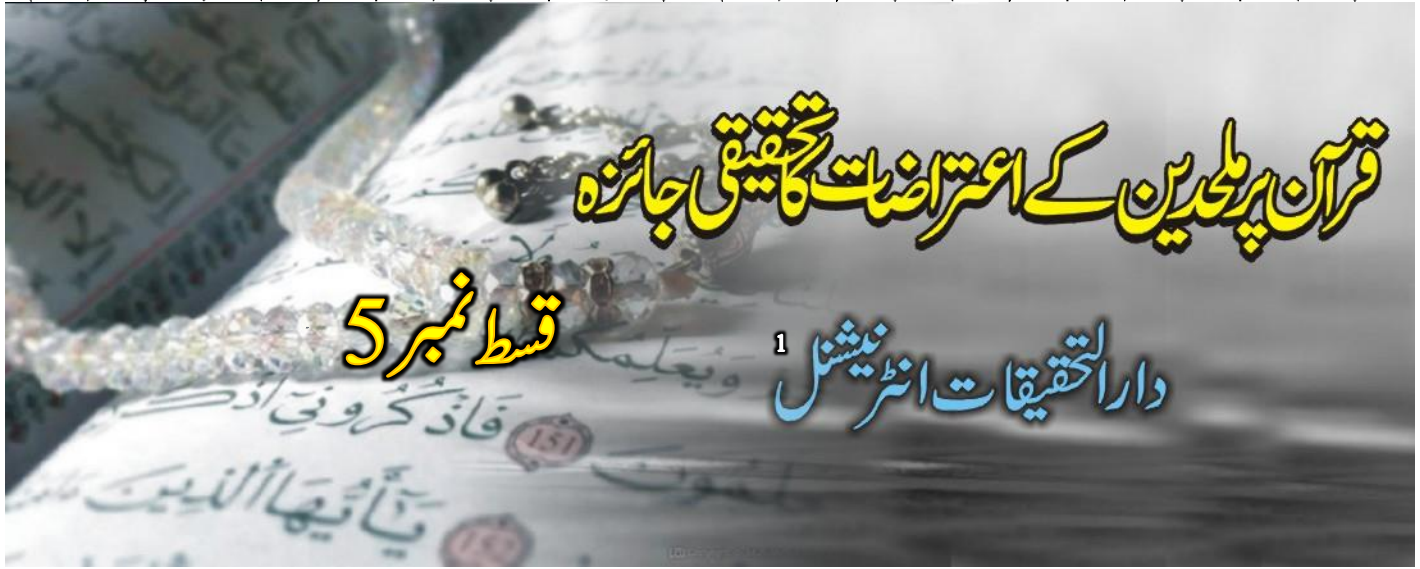
اعتراض:

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ - فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ[2]

اور تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ[3]

اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

؎ آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

دیدہ کور کو کیا نظر آئے وہ کیا دیکھ

ان دونوں آیات کو پیش کر کے معترض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں تعارض و تضاد ہے یعنی پہلی آیت میں ایمان اور کفر کے معاملے میں چاہت کو بندے کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسری آیت میں تمام تر معاملات کے چاہنے کا اختیار خود کی طرف منسوب کیا

[1] حافظ ابن جنید: متعلم درس نظامی

علامہ شعیب کراچی: فاضل علوم اسلامیہ

محمد شعیب احمد: علوم اسلامیہ سکالر

محمد شاہجہان اقبال: ایم فل علوم اسلامیہ

[2] سورۂ کہف, 29

[3] سورۂ تکویر, 29

ہے۔ آئیں اس کا علمی جائزہ لیں۔ تھوڑے سے غور اور تفکر کے ساتھ پہلی آیت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ فرما رہا ہے کہ یہ حق خود اللہ کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے کونسا حق کا وہ حق ہے ارادہ اور اختیار کا حق (ارادہ و اختیار پہ اعتراض نمبر 4 پہ سیر حاصل گفتگو موجود ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں)[1] اور یہ بھی اللہ ہی نے چاہا کہ انسان کو ارادہ و اختیار کا حق دیا جائے تا کہ وہ چاہے تو اپنے ارادے اور اختیار سے ایمان قبول کرے یا کفر۔

اب دوسری آیت کو ملاحظہ فرمائیں اس میں اللہ نے اپنے ارادے اور اختیارِ مطلق کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ کے چاہنے کے بغیر کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ کچھ چاہ سکے۔ کیوں کہ جس طرح حیات و زندگی اللہ کا فضلِ محض ہے کسی کو اس کا حق نہیں تھا کہ وہ خود پیدا ہو اسی طرح اختیار اور ارادہ بھی اللہ کا فضلِ محض اور حق ہے جو اس نے انسان کو دیا وگرنہ انسان فی نفسہ اس کا حقدار نہ تھا۔ اس لیے اللہ نے فرمایا اللہ کے چاہنے کے بغیر کوئی کس طرح چاہ سکتا ہے اور ساتھ اپنی ربوبیت کی صفت بھی بیان فرمادی۔ اب کوئی عقل کا اندھا ہی ہو گا جو ان دونوں آیات میں تضاد سمجھے۔

التوفیق الا باللہ

---

[1] ملاحظہ ہو سابقہ شمارہ

قربان جائیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر، کہ اپنی امت کے لیے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا، جس سے امت کا واسطہ پڑنا ہو اور وہ آپ نے بیان نہ کر دیا ہو۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت ہوں، فتنوں کی نمائش ہو، شرق و غرب کی جنگیں ہوں، یا مسلمانوں کی خستہ حالی اور آزمائش ہو۔ ہر پہلو کے متعلق ہمارے محبوب ہمیں آگاہی دے چکے ہیں۔

آج سوشل میڈیا کے پردوں کے پیچھے، بند کمروں میں صوفوں پر تکیہ لگائے ہوئے کچھ لوگ انکارِ حدیث کا فتنہ پھیلا رہے ہیں۔ ان کے متعلق بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرما دی تھی۔

رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ، فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ". الحدیث[2].

ترجمہ: یاد رکھو، بے شک مجھے قرآن اور اس جیسا کلام (احادیث) اس کے ساتھ دیا گیا ہے، سن لو، قریب ہے کہ پیٹ بھر کے کھانے والا کوئی شخص اپنی آراستہ تکیہ دار چوکی (صوفے وغیرہ) پر بیٹھ کر کہے کہ تمہارے لیے بس یہ قرآن کافی ہے، لہٰذا تم اس میں جو حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور تم اس میں جو حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو۔ یاد رکھو! تمہارے لیے پالتو گدھے کا گوشت حلال نہیں ہے، اور نہ درندے تمہارے لیے حلال ہیں۔

---

[1] مولانا رانا عاطف: جامعہ بنوری ٹاؤن

[2] سنن أبي داود: حدیث ۴۶۰۴

منکرینِ حدیث کی ابتداء:

1۔ سب سے پہلے اسلامی تاریخ میں انکارِ حدیث کی ابتداء خوارج نے کی۔ یہ دور پہلی صدی کا تھا، خوارج وہ گروہ تھا جنہوں نے قرآن مجید کی تعبیر و تشریح میں حدیث و سنت کے بجائے اپنی رائے پر اعتماد کیا۔ وہ دور چونکہ صحابہ کرام کا عظیم دور تھا، اس لیے ان ہستیوں کی موجودگی میں یہ فتنہ زیادہ دیر نہ چل سکا۔

2۔ پھر پہلی صدی ہجری کے آخر میں معتزلہ کا ظہور ہوا، جنہوں نے فتنہ انکارِ سنت کو ایک منظّم تحریک کی شکل دیدی۔ معتزلہ کے دماغوں پر یونانی فکر و فلسفہ اور عقل کا غلبہ تھا، اس لیے انہوں نے ایسی بہت سے احادیث کا انکار کر دیا، جن میں مابعد الطبعیاتی مسائل (Metaphysical issues) یا ایسے امور کا بیان ہے جن کی کوئی عقلی توجیہ کرنا ممکن نہ تھا۔ اسی طرح ان لوگوں نے قرآن مجید کی ان تمام آیات کی بھی تاویل کر ڈالی جن کو ان کی عقلیں سمجھنے سے قاصر تھیں۔

علمائے امت و محدثین نے اس فتنہ کی سرکوبی میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا۔ لیکن چونکہ معتزلہ کو ریاستی سرپرستی حاصل تھی، عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے دور سے لے کر واثق باللہ کے دور تک انہیں عروج حاصل رہا۔ اس دور میں علمائے حق کو شدید مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ واثق باللہ کے بھائی متوکل باللہ کی تخت نشینی کے ساتھ ہی معتزلہ کا زوال شروع ہو گیا۔

اور پھر تیسری صدی ہجری کے بعد ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

3۔ وقت گزرتا گیا، یہاں تک سترہویں صدی عیسوی میں یونانی فلسفے نے مغربی فکر و فلسفہ کے روپ میں نیا جنم لیا۔ یہ وہ دور تھا جب عالمِ اسلام بد قسمتی سے علمی و فکری جمود کا شکار ہونے کی وجہ سے اپنے انحطاط کے آخری مراحل بڑی تیزی سے طے کر رہا تھا۔

مغرب نے سیاسی میدان میں مسلمانوں کو ہزیمت سے دوچار کرنے کے بعد ان میں یونانی فکر و فلسفہ کو سرایت کرنا چاہا، مگر اسلامی سوسائٹی میں وہ اپنے اس مقصد میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔

4۔ اس مرحلے کے بعد مغرب نے اپنے طریقِ کار میں تبدیلی کر دی، اور تحریکِ استشراق کا رخ اس طرف کر دیا کہ مسلمانوں کو بدلنے کے بجائے اصلاحِ مذہب اور اسلام کی جدید تعبیر پر زور دے کر مسلمانوں کو ان کے دین سے بیزار کیا جائے۔

یہ اٹھارویں صدی کے اخیر اور انیسوی صدی عیسوی کی ابتداء کا دور تھا، مغرب کے اس طریقِ کار نے اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مستشرقین نے اسلامی فکر کے بنیادی ماخذ قرآن و سنت کو براہِ راست اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔

مستشرقین اور برّ صغیر کے منکرینِ حدیث:

دینِ اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے لیے اہلِ مغرب نے دینی علوم میں پہلے مکمل مہارت حاصل کی، پھر قرآن و حدیث پر تفسیریں تشریحیں لکھ کر ان کی اصولی حیثیتوں پر ضربیں لگائیں، لوگوں کی نفسیات، عقل، نظریہء جدت کی آڑ لے کر بہت ساری احادیث اور قرآن کی

بے شمار آیتوں پر اعتراضات اٹھائے۔ چونکہ اسلام کی من مانی تشریح اور تعبیر کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سنتِ رسول تھی اس لیے مستشرقین نے حدیث و سنت کو اپنی شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔

یہ انیسویں صدی عیسوی کا ابتدائی دور تھا، مستشرقین میں سے

(ا) ڈاکٹر اسپرنسر نے تین جلدوں میں سیرت پر کتاب لکھی، تو اس میں حدیث کی روایت اور اس کی حیثیت پر بھی تنقید کی۔

(ب) ولیم میور نے سیرت پر اپنی کتاب میں حدیث پر اس بحث کو مزید آگے بڑھایا۔

(ج) مشہور جرمن مستشرق گولڈ زیہر نے اپنی کتاب میں سب سے زیادہ تفصیل کی، اور اپنی کتاب کی دوسری جلد میں حدیث پر تجزیاتی انداز میں تنقید کی۔

بعد کے دور کے تمام مستشرقین گولڈ زیہر کے اصولوں کے مطابق آگے بڑھے۔

(د) پروفیسر الفرڈ گیلیوم نے اپنی کتاب میں گولڈ زیہر کی ہی تحقیق کو آگے بڑھایا۔

(ہ) جوزف شاخت نے اپنی کتاب میں گولڈ زیہر کے اصولوں کی روشنی میں اسلامی قانون کے مصادر اور منابع پر تجزیہ کیا، اور حدیث کی نبوی حیثیت کو مشکوک قرار دیا۔

ان کے علاوہ "مارگولیتھ، رابسن، گِب، وِل ڈیورانٹ، آرتھر جیفری، منٹگمری واٹ، ہوروفیتش، وان کریمر، کیتانی اور نکلسن جیسے مستشرقین نے اپنے حدیث مخالف نظریات پیش کئے۔

ایک طرف ان مستشرقین کے رد میں علمائے امت نے دن رات ایک کر ڈالے۔ تو دوسری طرف جدیدیت پسند اور مغربی فکر و فلسفہ سے ذہنی مرعوبیت کا شکار کچھ نام نہاد مسلمان ان مستشرقین کے مشن کو لے کر آگے بڑھے۔

برّصغیر میں فتنہ انکارِ حدیث کی ابتداء:

برّصغیر میں فتنہ انکارِ سنت کی تحریک کو سب سے پہلے سر سید احمد خان نے بنیادیں فراہم کیں۔

سر سید کے بعد ان کے رفیقِ کار مولوی چراغ علی / فرقہ اہلِ قرآن کے بانی مولوی عبد اللہ چکڑالوی / خواجہ احمد الدین امرتسری / مستری محمد رمضان گوجرانوالہ / حافظ محمد اسلم جیراج پوری / علامہ عنایت اللہ المشرقی / نیاز فتح پوری / تمنا عمادی / ڈاکٹر غلام جیلانی برق / غلام احمد پرویز / ڈاکٹر فضل الرحمن / جعفر شاہ پھلواروی / حبیب الرحمن کاندھلوی / عمر احمد عثمانی / محبوب شاہ گوجرانوالہ / مولوی محب الحق عظیم آبادی / قمر الدین قمر / حشمت علی لاہوری / خدا بخش / سید عمر شاہ گجراتی / سید رفیع الدین ملتانی اور سید مقبول احمد وغیرہ نے مستشرقین کے مشن کو آگے بڑھایا۔

یہ وہ نمایاں شخصیات ہیں، جنہوں نے حجیتِ حدیث کی عمارت کو زمیں بوس کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

ان میں غلام احمد پرویز وہ ہے جس نے انکارِ حدیث کے فتنے کو مزید منظم کیا، بے شمار کتابیں اور تفسیریں اپنے اسی مقصد کے پرچار کے لیے لکھ ماری۔ اس نے اپنی لچھے دار تحریروں اور انشاء پردازی کے سحر سے تعلیم یافتہ اور بالخصوص نوجوان طبقہ کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کی۔

انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے منکرینِ حدیث کا ٹولہ آج جاوید غامدی اور محمد شیخ کی صورت میں موجود ہے۔

پاکستان میں موجود منکرینِ حدیث:

خوارج اور معتزلہ سے انکارِ حدیث کا سلسلہ چلتا ہوا مستشرقین تک پہنچا، مستشرقین سے ہوتا ہوا برّ صغیر پہنچا، برّ صغیر میں سر سید احمد اور غلام احمد پرویز سے ہوتا ہوا آج پاکستان میں بھی موجود ہے۔ پاکستان میں اس وقت دو اسکالر بہت زور و شور سے اپنے باطل نظریات کا پرچار کر رہے ہیں۔

ایک: جاوید احمد غامدی

دوسرا: محمد شیخ

جاوید احمد غامدی:

جاوید غامدی نے کھل کر کلی طور پر انکارِ حدیث کا اگرچہ دعوی نہیں کیا، بلکہ بعض تحریروں میں حجیتِ سنت پر دلائل بھی دیے ہیں، لیکن اس نے اپنی کتابوں میں جو عقائد لکھیں ہیں، وہ متواتر اور صحیح احادیث سے ٹکراتے ہیں، ظاہر ہے احادیث کی حجیت کو تسلیم کرنے والا سنت سے ثابت ہونے والے اجماعی عقائد کا انکار بھی نہیں کر سکتا۔

مثلا جاوید غامدی کے مندرجہ ذیل عقائد ہیں:

* عیسی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں[1]۔
* خروجِ دجال کا انکار[2]۔
* زکاۃ کا نصاب جو شریعت نے مقرر کیا ہے، وہ ضروری نہیں، ریاست بھی نصاب مقرر کر سکتی ہے[3]۔
* قتل خطا میں دیت کا حکم مستقل اور ہمیشہ کے لیے نہیں تھا[4]۔

---

[1] میزان حصہ اول ص22ط1985

[2] ماہنامہ اشراق شمارہ جنوری1996ص61

[3] میزان353ط سوم2008

[4] برہان ص18ط2006

* شادی شدہ زانی مرد یا عورت کے لیے رجم کی سزا کا انکار[1]۔

* مرتد کے لیے قتل کی سزا نہیں ہے[2]۔

یہ اور ان جیسے بے شمار ایسے عقائد ہیں غامدی صاحب کے جو نصوصِ قطعیہ احادیثِ رسول اللہ، اور اجماعِ امت سے ہٹ کر ہیں۔

اس لیے جاوید غامدی کے بارے میں یہ کہنا "کہ انہوں نے حجیتِ احادیث پر اور اسلام کے مضبوط عقائد کی بنیادوں پر کاری ضربیں لگانے کی کوشش کی ہے "بے دلیل نہیں۔

محمد شیخ:

2۔ دوسرا مشہور اسکالر کھلم کھلا منکرِ حدیث آج کل محمد شیخ نامی ایک شخص ہے، جو کہ کراچی کا رہائشی ہے۔

یہ شخص بظاہر پچھلے تمام منکرینِ حدیث سے چند قدم آگے نکل گیا ہے، اس لیے کہ اس نے جو دعوے کئے ہیں، وہ آج تک کسی منکرِ حدیث نے کھل کر نہیں کئے:

مثلاً:

* قرآن مجید ہم پر نازل ہوا۔ (نزول کے معنے میں تحریف کرکے)

* ہمیں جبریل علیہ السلام قرآن مجید سکھاتا ہے۔

* قرآن بنی اسرائیل پر نازل ہوا۔ (امتِ محمدیہ کو بنی اسرائیل بناکر)

* محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔ (کیونکہ قرآن میں آخر کا لفظ نہیں آیا)

* مسجدِ نبوی میں روضہ رسول نہیں ہے۔

* قرآن میں اللہ نے عقل چلانے کا اختیار دیا ہے۔ (لہذا اپنی مرضی سے جو چاہے مطلب نکال لو)

* آسمانی معراج کا واقعہ من گھڑت ہے (کیونکہ المسجد الاقصی سے مراد مسجدِ نبوی ہے)

* قرآن میں جہاں جہاں بھی مسجد کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد لنگر خانہ ہے۔

* نماز روزہ زکاۃ حج، یہ تمام عبادتیں اس طرح نہیں، جس طرح مسلمانوں میں چلی آرہی ہیں۔

اس کے علاوہ بے شمار عجیب وغریب کفریہ نظریات ہیں۔

---

[1] میزان ص 624 ط سوم 2008

[2] برہان ص 143 ط چہارم 2006

ان ساری باتوں کے ثبوت اس کی ویڈیوز میں موجود ہیں، اگر کسی ساتھی کو چاہیے ہوں تو وہ ان ویڈیوز کے لنک مانگ سکتا ہے، ایک لنک نیچے دے دیا گیا ہے۔

https://www.facebook.com/groups/426604344712262/permalink/577511276288234/

یہ شیخی فتنہ بہت تیزی سے ماڈرن لوگوں میں سرایت کر رہا ہے۔ خاص کر اس مکالمے کے بعد جو اس نے مفتی عبد الباقی سے کیا، اور اس کی ریکارڈنگ کروا کر اس کی تشہیر شروع کر دی، چونکہ مفتی عبد الباقی کو ان کی ذہنیت کا اندازہ نہیں تھا، وہ ان سے عام مکالمہ کرنے چلے گئے، لیکن جب وہاں جا کر ان کے عجیب و غریب نظریات سنے تو حیران رہ گئے۔ ان کی اسی حیرانگی والی ویڈیوز کے ٹکڑے بعد میں ان لوگوں نے مشہور کر کر کے محمد شیخ کو اچھالنا شروع کر دیا۔ جبکہ اس کے بعد سینکڑوں علماء نے (جن میں مولانا منظور مینگل صاحب بھی ہیں) محمد شیخ کو مناظرے کا چیلنج دیا، لیکن اس میں چیلنج قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اب وہ اور اس کے چیلے سوشل میڈیا کے پردوں کے پیچھے اپنے باطل نظریات کا پرچار کر رہا ہے۔ اللہ تعالی اس بدبخت سے پاکستان کی سرزمین کو پاک فرمائے۔ آمین

(جاری ہے)

مذاہبِ کو الحاد کا سامنا تو ہمیشہ سے رہا ہے لیکن اس دور میں عروج پہ ہے کئی مذاہبِ الحاد کے سامنے دم توڑ رہے ہیں ملحدین اس ضم میں تھے کہ اب جدید سائنس تمام مذاہبِ کا گلہ گھونٹ دے گی لیکن سائنس اور قران میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اگر کہیں تضاد نظر اتا ہے یا تو یا قرآنی آیت کو صیح نہیں سمجھا گیا یا سائنس کو۔ سائنس تو اصل میں اللہ ہی کا انسان کو دیا گیا ایک علم ہے۔ قرآن میں تقریباً 1000 آیات سائنسی علوم کے متعلق ہیں۔ جن میں کائنات پہ غور و فکر کرنے کی دعوت ہے۔ کائنات پہ غور و فکر کرنا ہی سائنس ہے۔

جس نے تہ بہ تہ سات آسمان بنائے، تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پائو گے، پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑائو، تمہاری نگاہ تھک کر، نامراد پلٹ آئے گی"۔[3]

یہاں قرآن بار بار نگاہ ڈالنے اور غور و فکر کرنے پر زور دے رہا ہے۔ سائنسی زبان میں یہی چیز مشاہدہ (Observation) اور کسی چیز کا بار بار مشاہدہ کرنے اور حالات بدل بدل کر یعنی تجربہ کر کے مطالعہ کرنے اور غور و فکر کر کے گہرے نتائج اخذ کرنے کو سائنسی تحقیق (Scientific Research) کہا جاتا ہے۔ سائنسی انداز فکر اصل میں قرآنی انداز فکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو غور و فکر تدبر کرنے کا حکم دیا کہ غور کریں کہ ہر قانون کے پیچھے کس کی ذات ہے۔؟

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے لیے ایک ایک دستور و آئین بنا رکھا ہے۔ ہر چیز قوانین کی پابند ہے۔ کائنات میں مکمل یک جہتی اور حد درجے کا توازن ہے. اس کائنات کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک اور حصہ دار نہیں ہے۔

---

[1] عنبرین کلثوم: ایم فل فزکس

[3] الملک 2-3

ہر چیز کو حساب سے بنانے والا کون ہے۔

شمس و قمر (مقررہ) حساب سے ہیں [1]۔ مکھی سے چھینا ہوا واپس نہ لینے کا چیلنج ہو یا اس کائنات سے نکل جانے کا، ہوا میں پٹاخے کا پھوٹنا ہو یا سورج کو چراغ کہنے کی حکمت ہو یا اسے لپیٹنے (بے نور) ہونے کی پیشن گوئی، چیونٹی کا زمین سے ایک زرہ اٹھالینا جسے ساری زمین اپنی طرف کھینچ رہی یا اس منظر کو دیکھنے والی آنکھ، ہر چیز ایک قانون ایک ضابطہ کے تحت چل رہی ہے۔ جو اللہ کی وحدانیت کی کھلی شہادت ہے۔

اصطلاح سائنسی الحاد در حقیقت اس کا کوئی وجود نہیں ہے یہ معتصب سائنس دانوں کا الحاد ہے۔ مسئلہ سائنس میں نہیں ہے اللہ کے وجود کے بارے میں ملحد سائنس دانوں کے غیر سائنسی رویہ میں ہے۔ ان سائنس دانوں کی ایک پالیسی سامنے آتی ہے کہ جو چیز جب تک سائنس کے مشاہدے میں نہ آجائے اس وقت تک سائنس اس چیز کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ سائنس کے مطابق خدا کی تخلیقات خدا کے وجود کا ثبوت نہیں ہیں۔ مگر انہی سائنس دانوں کے مطابق اگر مریخ میں پانی کے شواہد مل گے تو وہاں زندگی کے آثار کی probability ہے۔ لیکن قوانین کے مشاہدے پہ اللہ کے ہونے کی probability لاگو نہیں کریں گے۔ لیکن علت و معلول خدا کی ذات پہ بھی لاگو کریں گے۔ ورنہ اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا کہ بغیر کسی قاعدے اور ضابطے کی محض معجزاتی طور پر یہ پوری کائنات تخلیق کر دیتا اور انسان بے بسی سے پھر اس کائنات کو دیکھ کر حیران ہونے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

پھر ملحدین کا جواز ہوتا کہ اگر خدا کا وجود ہوتا تو ہر چیز کسی قانون کے تحت ہوتی۔

کیسا خدا ہے کائنات کا مالک اور کوئی قانون نہیں؟؟؟؟؟

اب ملحدین کے ویسے ہی اعتراضات ہیں جو کفار کے تھے

خدا اگر ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ پیغمبر بشر کیوں ہیں؟

ایسے ہی رویوں کے متعلق اللہ فرماتا ہے۔

بیشک بدترین خلائق اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ (ذرا) نہیں سمجھتے۔ [2]

---

[1] سورہ الرحمان آیت:5

[2] سورہ انفال 22

کیا حضرت علیؓ نے خوارج کا جنازہ پڑھایا؟[1]

مولانا احمد رضا رضوی

حمد و ثناء تعریف و توصیف اس خالق کائنات کیلئے ہے کہ کل کائنات جسکے لفظ کن کی تخلیق ہے درود و سلام ہو تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جنکی تبلیغ سے ظلم و بربریت کی سیاہی میں ڈوبی ہوئی مخلوق نور ھدایت کی طرف آئی اور آپکی ال واصحاب پر جو کہ مثل کشتی نوح ہیں۔

انجینئر محمد علی مرزا مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر الزام لگاتے ہوئے کہتا ہے کہ انھوں نے جن خوارج کے ساتھ قتال کیا انکی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

چنانچہ انجینئر محمد علی مرزا سے ایک نشست میں اسکے مقلدین کی جانب سے سوال ہوتا ہے:

(علی بھائی دوسرا سوال ہے کہ آپ نے بارہا اپنے لیکچرز میں یہ بات کہی ہے کہ مولا علیہ السلام نے خوارج کے جنازے پڑھائے اسکا ریفرنس بتائیں۔(جواب) ریفرنس کیا میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اس پر اجماع ہے اسلئے کہ میرے بھائیوں قرآن حکیم میں سورۃ البقرۃ کے شروع میں ہی انسانوں کی تین کیٹیگریز آئی ہیں نمبر ایک ایمان والے نمبر دو کافر نمبر تین منافق اگر اور کوئی کیٹیگری آئی ہے تو ہم کو بتائیں اگر کوئی کافر نہیں ہے تو وہ مسلمان ہو گا یا منافق ہو گا اور اگر کوئی کافر بھی نا ہو منافق بھی نا ہو تو کیا گا؟ مسلمان تو پھر دلیل کی ضرورت تو نہیں ہو گی نا۔[2])

سوال چنا جواب دانا، جناب کئی بار اپنے لیکچرز میں یہ دعوی کر چکے ہیں لیکن ہر بار دلیل دینے کی بجائے عوام کو کہانی کرواتے ہیں اور سامنے بیٹھے ہوئے عوام صم بکم کی مصداق بن کر مرزا جہلمی کی ہر بات کو حرف آخر سمجھتی ہے یہ تقلید نہیں تو کیا ہے؟ انجینئر محمد علی مرزا کا دعویٰ یہ تھا کہ مولا علی نے خوارج کا جنازہ پڑھایا تو دلیل بھی اسی بات پر قائم کرنی چاہیے تھی کہ واقع ہی پڑھایا لیکن جناب دلیل دینے کی بجائے عوام کو یہ پھکی دے رہے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں لہذا مسلمان کا جنازہ پڑھانا جائز ھے۔ اگر بالفرض اس بات کو تسلیم کر لیں کہ واقع ہی وہ مسلمان تھے تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ھے کہ مولا علی نے انکا جنازہ پڑھایا؟ میں آپ کو ایک مثال دیکر سمجھاتا ہوں ایک شخص آپکے سامنے دعویٰ کرے کہ امام احمد

---

[1] احمد رضا رضوی فاضل علوم اسلامیہ

[2] چینل نام True Muslim، عنوان مولا علی علیہ السلام نے خوارج کا جنازہ پڑھایا اسکی دلیل، وقت آغاز تا 55 سیکنڈ پبلش تاریخ 6 مئی 2019

رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ مولا علی نے پڑھائی اور وہ شخص اپنے دعوے پر دلیل یہ قائم کرے کہ چونکہ وہ مسلمان تھے لہذا ثابت ہوا کہ انکا جنازہ مولا علی نے پڑھایا۔ کیا یہ دلیل جہلمیوں کے نزدیک قابل قبول ہو گی؟ کیا آپ اس دلیل کو کہانی پھکی جیسے القابات سے نہیں نوازیں گے؟ تو خوارج کا آپکے نزدیک مسلمان ہونا کیسے اس بات کی دلیل بن گیا کہ انکا جنازہ مولا علی نے پڑھایا۔

دوسری بات یہ کہ مرزا جہلمی اپنے بیان میں کہتا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے سوال یہ ہے کہ آپکے نزدیک اجماع کب سے حجت بن گیا؟ عوام کو دجل دینے کیلیئے مرزا جہلمی ہر وقت دعویٰ کرتا رہتا ہے کہ ہم تو قرآن و حدیث سے بات کرتے ہیں ہمارے نزدیک تو صرف قرآن و حدیث حجت ہے لیکن جونہی اپنے دم پر پاؤں آیا تو اجماع بھی حجت بن گیا آخر یہ دوغلہ پالسی کیوں؟ اور اجماع کس بات پر ہے کیا اس بات پر اجماع ہے کہ مولا علی نے خوارج کا جنازہ پڑھایا؟ اگر آپکا جواب اثبات میں ھے تو کسی حدیث کی کتاب سے صحیح سند سے اس بات کو ثابت کر دیں جو کہ آپکے لئے ناممکن ہے اور آپ کے نزدیک اگر اجماع خوارج کے مسلم ہونے پر ہے تو اس بات پر بھی دلیل قائم کرنا آپکے ذمے لازم ہے۔ جبکہ ہم اس بات کو دلیل کے ساتھ ثابت کریں گے کہ کئی جید و مستند ائمہ نے خوارج کی تکفیر کی ہے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں انھیں جہنمی کتا کہا گیا ہے۔

سب سے پہلے میں خوارج کی تعریف کروں گا اسکے بعد خوارج کا مختصر تعارف اور قرآن و حدیث میں خوارج کی جو مذمت بیان کی گئی اسکا ذکر کروں گا اور آخر میں ائمہ کرام کی خوارج کی متعلق تصریحات بیان کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دوں گا کہ جنکی قرآن و حدیث میں اتنی زیادہ مذمت بیان کی گئی جنکو حدیث میں جہنمی ہونے کی بشارت دی گئی جن کے مذموم عقائد کے مطابق مولا علی رضی اللہ عنہ نے کفر کیا ہو جو تکفیری ٹولہ دین اسلام سے مسلمانوں کو اپنے منگھڑت عقائد کی بنا پر خارج کرتا ہوں ان خوارج کی مولا علی نماز جنازہ کیسے پڑھا سکتے ہیں۔

خوارج کی تعریف:

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں حدیث نمبر 6932 کے تحت خوارج کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الخوارج: فهم جمع خارجة اى طائفة، وهم قوم مبتدعون سموا بذالك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين.

خوارج خارجۃ کی جمع ہے جسکا مطلب ہے "گروہ۔" وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں انکو دین اسلام سے نکل جانے اور خیار امت کے خلاف کارروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔[1]

---

[1] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، جلد 12 صفحہ 283، دار المعرفہ بیروت لبنان

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ کی تعریف کے مطابق خارجی دین اسلام سے خارج ہیں۔

خوارج کا تعارف:

خوارج کی ابتداء تو دور نبوی میں ہی ہو گئی تھی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں انکی فکر پروان چڑھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں انکا عملی ظہور منظم صورت میں سامنے آیا۔ ائمہ کی تحقیقات کے مطابق خوارج کے کئی فرقے ہیں۔ لیکن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو فرقوں کی نشاندہی نمایاں طور پر ہوتی ہے ایک نجدیہ دوسرا احروریہ۔ نجدیہ کا تعین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کیا جاتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور شام کیلئے دعا فرماتے ہوئے نجد کے بارے ارشاد فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ بھی وہیں سے نکلے گا۔ اسی طرح دوسرے فرقے حروریہ کا تعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتا ھے جسکو مولا علی بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ آپکے پاس موجود تھیں آپ نے فرمایا فلاں وقت تیرا کیا حال ہو گا؟ میں نے کہا اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا، مشرق کی طرف سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے اور وہ انکے گلے سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ھے۔[1]

مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تین جنگیں لڑی پہلی جنگ کو جنگ جمل کے نام کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے اور دوسری کو جنگ صفین۔ جنگ جمل میں مولا علی کے مخالف ام المومنین سیدہ عائشہ و حضرت طلحہ و زبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ دونوں جنگوں کی وجہ کوئی ذاتی بغض و عناد یا لالچ و طمع نہیں تھا بلکہ قصاص عثمان کا مطالبہ تھا اسی وجہ سے 1400 سال سے کسی مستند عالم دین نے کفر تو دور کی بات ھے جنگ جمل و صفین میں مولا علی کے مخالفین پر منافق ہونے کا فتویٰ تک صادر نہیں کیا۔ جبکہ تیسری جنگ کو جنگ نہروان کے نام کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے جو کہ خوارج کے ساتھ ہوئی، خوارج کا حضرت علی کے ساتھ جنگ کرنے کے پیچھے چونکہ انکے مذموم و من گھڑت عقائد اور بدباطن تھا اسلئے کئی ائمہ نے انکی مذمت بیان کی ہے اور حدیث مبارکہ میں انھیں جہنمی کتا کہا گیا ہے۔ اس فرق کے باوجود بھی اگر کوئی دعویٰ کرے کے جنگ نہروان والوں کا حکم جنگ جمل و صفین والا ہے تو یہ سوائے جہالت و خارجیت کو پروموٹ کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

خوارج کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے علیحدگی کی وجہ یہ بنی کہ جب جنگ صفین میں اہل شام شکست کے قریب تھے تو انہوں نے قرآن مجید کو نیزوں پر اٹھالیا اور یہ اعلان کیا کہ ہم تم کو کتاب اللہ کہ طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور یہ اقدام اہل شام نے حضرت عمرو بن العاص کے مشورے سے کیا جو اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ پھر حضرت علی کے ساتھ جو لشکر کے اکثر افراد تھے خصوصاً

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد 7، صفحہ 383، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، طبع اول سن اشاعت جنوری 1989

القراء انہوں نے دین داری کی وجہ سے لڑنے کو ترک کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی طرف پیغام بھیجا، فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں سے ایک حکم مقرر کر واور ایک حکم ہم اپنے لوگوں میں سے مقرر کرتے ہیں۔ اور انکے ساتھ وہ لوگ رہیں گے جنھوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا، پس جسکے ساتھ وہ حق دیکھیں گے اسکی اطاعت کا اعلان کر دیں گے۔

خوارج کی جماعت نے تحکیم کا انکار کیا اور یہ نعرہ بلند کر دیا کہ لا حکم الا اللہ اللہ کے سوا کسی انسان کو حکم بنانا جائز نہیں ہے۔ لہذا خوارج نے حضرت علی وامیر معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اور یہ لوگ خوارج ہو گئے۔ (یعنی حضرت علی و حضرت امیر معاویہ کے لشکر سے خارج ہو گئے) انکی تعداد آٹھ ہزار تھی ایک قول یہ ہے کہ انکی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔

حضرت علی و حضرت امیر معاویہ کے لشکر سے جدا ہو کر انھوں نے مقام حروراء پر پڑاؤ ڈالا اس وجہ سے انکو حروریہ کہا جاتا ہے۔ اور انکے سردار عبد اللہ بن الکواء الیشکری اور الشیت تمیمی تھے۔

مولا علی رضی اللہ عنہ کو جب انکے مذموم عقائد کا علم ہوا تو آپ نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو انکے پاس بھیجا تو آپ نے انکے ساتھ مناظرہ کیا ان کے اعتراضات کا جواب دیا، جنکی نفس الامر میں کوئی حقیقت نہیں تھی۔ ان میں سے بعض نے تو رجوع کر لیا اور بقیہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور مولا علی نے انکے ساتھ جنگ کی [1]۔

خوارج قرآن کی روشنی میں :

(1) خوارج اہل زیغ ہیں:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ 2.

ترجمہ صراط الجنان

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے تو وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ (لوگوں میں) فتنہ پھیلانے کی غرض سے اور ان آیات کا (غلط) معنیٰ تلاش کرنے کے لیے ان

---

[1] البدایہ والنہایہ، جلد 7، صفحہ 366، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، طبع اول سن اشاعت جنوری 1889

[2] سورۃ ال عمران 3/7

متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔

ابو حفص حنبلی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں جو روایت لیکر آئیں ہیں اس سے خوارج کی حقیقت اور انکی خبث باطنی بڑے اچھے طریقے سے بے نقاب ہو جاتی ہے۔ ابو حفص حنبلی مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں اہل زیغ سے مراد خوارج ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے تو فرماتے: میں نہیں سمجھتا کہ اہل زیغ سے خوارج کے علاوہ کوئی اور گروہ مراد ہو سکتا ہے۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں حضرت ابو امامہ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد کی طرف چل رہا تھا اور وہ دراز گوش پر سوار تھے۔ جب وہ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت ابو امامہ نے کہا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ انہوں نے یہ تین بار فرمایا۔ پھر انھوں نے انکی حقیقت سے پردہ اٹھایا: آسمان کے نیچے یہ بدترین مخلوق ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انہیں قتل کیا اوہ وہ بھی خوش نصب ہیں جو انکے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ یہ بتا کر ابو امامہ رونے لگ گئے۔ انکی بدنصیبی پر بہت ہی افسردہ ہوئے اور بتایا: یہ مسلمان تھے لیکن اپنی کرتوتوں سے کافر ہو گئے۔ پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں اہل زیغ کا ذکر ہے۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں میں نے ابو امامہ سے پوچھا: کیا یہی (خوارج) وہ (اہل زیغ) ہیں؟ بولے ہاں میں نے پوچھا آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا انکے بارے میں آپ نے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ایسی بات ہو تو میں بہت بڑی جسارت کرنے والا کہلاؤں گا۔ میں نے ایک، دو یا سات بار نہیں بلکہ بارہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اگر یہ بات سچی نا ہوئی تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات تین مرتبہ دھرائے۔[1]

مذکورہ بالا تفسیر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ خوارج آسمان کے نیچے بدترین مخلوق اور جہنم کے کلب اور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں اور انکا اہل زیغ ہونا فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(2) خوارج سیاہ رو اور مرتد ہیں

يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ‌ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ[2]

ترجمہ صراط الجنان

---

[1] ابو حفص حنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، الجزء الخامس، صفحہ 37، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

[2] لن تنالو البر سورۃ آل عمران: آیت 106

جس دن کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھ

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابن کثیر ابو امامہ رضی اللہ عنہ والی روایت ذکر کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ نے جب خارجیوں کے سر دمشق کی مسجد کے زینوں پر لٹکے ہوئے دیکھے تو فرمانے لگے یہ جہنم کے کتے ہیں ان سے بدتر مقتول روئے زمین پر کوئی نہیں، انہیں قتل کرنے والے بہترین مجاہد ہیں پھر مزکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔[1]

حافظ زبیر علی زئی اس روایت کی تخریج کرتے ہوئے لکھتا ہے سندہ حسن۔

حوالہ جات اور بھی ہیں لیکن ھدایت کے متلاشی کیلئے یہی کافی ہیں مذکوہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خارجی اس دنیا کی سب سے بدترین مخلوق اور جہنم کے کتے ہیں اور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور بعض کے نزدیک انکا شمار مرتدین میں ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جن خوارج کی قرآن میں اتنی زیادہ مذمت بیان کی گئی ہو جنکو کافر و مرتد اور بدترین مخلوق کہا ہو مولا علی انکے جنازہ کیسے پڑھا سکتے ہیں؟ جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے انھوں نے حضرت علی کے گستاخی کی ہے کہ انھوں نے کافروں کے جنازے پڑھائے ہیں اور ان پر علی الاعلان توبہ لازم ہے۔

خوارج احادیث کی روشنی میں :

(1) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ . قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ فِي غَيْرِ هَذَا الْحَدِيثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ وَصَفَ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ . يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، إِنَّمَا هُمُ الْخَوَارِجُ الْحَرُورِيَّةُ، وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْخَوَارِجِ.[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر، جلد اول، صفحہ 541، مترجم، مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت اپریل 2009

[2] جامع ترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ، باب فی صفۃ المارقۃ، الرقم 2188، صفحہ 822، دار ابن کثیر بیروت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخری زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جس کے افراد نوعمر اور سطحی عقل والے ہوں گے، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، قرآن کی بات کریں گے لیکن وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر آر پار نکل جاتا ہے"۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس میں آپ نے انہیں لوگوں کی طرح اوصاف بیان کیا کہ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے، مگر ان کے گلے کے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے، ان سے مقام حروراء کی طرف منسوب خوارج اور دوسرے خوارج مراد ہیں:

(2) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَيْسَتْ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ شَيْئًا، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ شَيْئًا، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ شَيْئًا، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ، وَلَيْسَتْ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى عَضُدِهِ، مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ، أَفَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ، وَتَتْرُكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ ؟ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ، وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ، فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ . قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ: فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا مَنْزِلًا، حَتَّى مَرَّ بِنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ، قَالَ: فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ، فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا السُّيُوفَ مِنْ جُفُونِهَا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، قَالَ: فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَاسْتَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ، قَالَ: وَقَتَلُوا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضِهِمْ، قَالَ: وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ، فَقَالَ عَلِيٌّ: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ فَلَمْ يَجِدُوا، قَالَ: فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ، حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ، فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ، وَقَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ، فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: ذُلٌّ لِلْعِلْمِ أَنْ يُجِيبَ الْعَالِمُ كُلَّ مَنْ سَأَلَهُ[1].

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب السنہ، باب فی قتال الخوارج، الرقم 4768

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ وہ اس فوج میں شامل تھے جو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، اور جو خوارج کی طرف گئی تھی، علی نے کہا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: میری امت میں کچھ لوگ ایسے نکلیں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے، تمہارا پڑھنا ان کے پڑھنے کے مقابلے کچھ نہ ہو گا، نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلے کچھ ہو گی، اور نہ ہی تمہارا روزہ ان کے روزے کے مقابلے کچھ ہو گا، وہ قرآن پڑھیں گے، اور سمجھیں گے کہ وہ ان کے لیے (ثواب) ہے حالانکہ وہ ان پر (عذاب) ہو گا، ان کی صلاۃ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گی، وہ اسلام سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، اگر ان لوگوں کو جو انہیں قتل کریں گے، یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے لیے ان کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کس چیز کا فیصلہ کیا گیا ہے، تو وہ ضرور اسی عمل پر بھروسہ کر لیں گے (اور دوسرے نیک اعمال چھوڑ بیٹھیں گے) ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہو گا جس کے بازو ہو گا، لیکن ہاتھ نہ ہو گا، اس کے بازو پر پستان کی گھنڈی کی طرح ایک گھنڈی ہو گی، اس کے اوپر کچھ سفید بال ہوں گے تو کیا تم لوگ معاویہ اور اہل شام سے لڑنے جاؤ گے، اور انہیں اپنی اولاد اور اسباب پر چھوڑ دو گے (کہ وہ ان پر قبضہ کریں اور انہیں برباد کریں) اللہ کی قسم مجھے امید ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں (جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے) اس لیے کہ انہوں نے ناحق خون بہایا ہے، لوگوں کی چراگاہوں پر شب خون مارا ہے، چلو اللہ کے نام پر۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: پھر زید بن وہب نے مجھے ایک ایک مقام بتایا (جہاں سے ہو کر وہ خارجیوں سے لڑنے گئے تھے) یہاں تک کہ وہ ہمیں لے کر ایک پل سے گزرے۔ وہ کہتے ہیں: جب ہماری مڈ بھیڑ ہوئی تو خارجیوں کا سردار عبداللہ بن وہب راسبی تھا اس نے ان سے کہا: نیزے پھینک دو اور تلواروں کو میان سے کھینچ لو، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تم سے اسی طرح صلح کا مطالبہ نہ کریں جس طرح انہوں نے تم سے حروراء کے دن کیا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے، تلواریں کھینچ لیں، لوگوں (مسلمانوں) نے انہیں اپنے نیزوں سے روکا اور انہوں نے انہیں ایک پر ایک کر کے قتل کیا اور (مسلمانوں میں سے) اس دن صرف دو آدمی شہید ہوئے، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ان میں « مخدج » یعنی لنجے کو تلاش کرو، لیکن وہ نہ پا سکے، تو آپ خود اٹھے اور ان لوگوں کے پاس آئے جو ایک پر ایک کر کے مارے گئے تھے، آپ نے کہا: انہیں نکالو، تو انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ سب سے نیچے زمین پر پڑا ہے، آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور بولے: اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول نے ساری باتیں پہنچا دیں۔ پھر عبیدہ سلمانی آپ کی طرف اٹھ کر آئے کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کیا آپ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ وہ بولے: ہاں، اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، یہاں تک کہ انہوں نے انہیں تین بار قسم دلائی اور وہ (تینوں بار) قسم کھاتے رہے۔

صحابہ کرام وائمہ کی تصریحات:

(1) حضرت عبد اللہ ابن عمر

امام بخاری اپنی صحیح میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما کا نظریہ یہ تھا کہ خوارج اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔ انہوں نے کہا: کیونکہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں ان آیات کا مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔ [1]

موجودہ زمانہ کے خوارج بھی مشرکین وبتوں کے بارے جو آیات نازل ہوئی انکو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ یقیناً آپکو پتا چل چکا ہوگا کہ وہ لوگ کون ہیں۔۔۔۔۔۔۔

(2) دیگر صحابہ:

التوضیح میں علامہ ابن الملقن نے "الكتاب الاسفريني" سے نقل کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن ابی اوفی، حضرت جابر، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ، حضرت عقبہ بن عامر، اور انکے معاصرین اپنے متبعین کو یہ وصیت کرتے تھے کہ قدریہ (خوارج) کو نہ سلام کریں اور نہ انکی عیادت کریں۔ نہ انکی اقتداء میں نماز پڑھیں اور جب وہ مر جائیں تو انکی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ [2]

(3) امام ابن جریر الطبری

جلیل القدر مفسر ومورخ امام ابن جریر طبری خوارج کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

خوارج کے ساتھ جنگ کرنا اور انکو قتل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک انہیں حق کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیکر اور عذر پیش کرنے کا موقع فراہم کر کے ان پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اسکے ذریعے اس شخص کیلئے استدلال مہیا کیا ہے جس نے خوارج کی تکفیر کا قول اپنایا ہے۔ اور یہ امام بخاری کے اس قول کو اختیار کرنے کا تقاضا بھی ہے کیونکہ آپ نے ان (خوارج) کو مرتدین وملحدین کے ساتھ ملایا ہے۔ [3]

(4) علامہ ابن عابدین شامی

فقہ حنفی کے معروف امام ابن عابدین شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب استابۃ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین، صفحہ 1400، دار ابن کثیر بیروت

[2] علامہ عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد 24، صفحہ 128، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

[3] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 12، صفحہ 299، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

اور یہ خوارج ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور میرے علم کے مطابق صحابہ کرام کی تکفیر خارجی ہونے کیلئے شرط نہیں بلکہ ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے حضرت علی کے خلاف بغاوت کی تھی، وگرنہ انکے بارے میں انکا یہی عقیدہ ہی کافی ہے کہ جسکے خلاف بغاوت کریں اسے کافر جانیں۔۔۔۔۔ (چند لائنوں کے بعد لکھتے ہیں) جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک خوارج پر باغیوں کا حکم صادر ہوگا، جبکہ بعض محدثین نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا ہے۔[1]

محترم قارئین ان تمام حوالہ جات کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ خوارج اللہ کی مخلوق میں بدترین قوم ہے جہنم کے کتے ہیں امام بخاری سمیت کئی محدثین وفقہاء نے انکی تکفیر کی ہے قرآن پاک کی تفسیر سے انکا مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے اور صحابہ اکرام اپنے متبعین کو ان کی نماز جنازہ نا پڑھنے کی وصیت کرتے تھے۔ اسکے باوجود بھی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مولا علی نے جن خوارج کے ساتھ قتال کیا انکی نماز جنازہ بھی پڑھائی تو یہ مولا علی کی بہت بڑی گستاخی ہے کہ انھوں نے معاذاللہ کافروں کا جنازہ پڑھا ہے۔ کیونکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کافر کی نماز جنازہ پڑھانے کی سختی سے نہی وارد ہوئی ہے۔

---

[1] ردالمختار، الجزء السادس، کتاب الجھاد، باب البغاۃ، صفحہ 413، دار عالم الکتب، الریاض

قرآن کریم میں بہت سی قوموں کے ایسے واقعات بیان ہوئے ہیں جن میں ان کے غلط اعمال اور اللہ تعالیٰ کے احکام وحدود سے تجاوز کی پاداش میں ان کو عذابِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور اور عبرتناک واقعہ اصحاب سبت کا ہے۔ یہ واقعہ یہودیوں کی ایک بستی سے تعلق رکھتا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کی، چنانچہ بطور سزا انہیں بندر بنا دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اصغر حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ ان ہی کو بنی اسرائیل کا مورث اعلیٰ کہا جاتا تھا۔ ان کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام اسرائیل کے نام سے بھی مشہور تھے۔ اور ان ہی کی اولاد اور پیروکار بنی اسرائیل کہلائے جاتے تھے۔ اللہ نے ان کے لیے ہفتہ (سنیچر) کو عبادت کا دن مقرر کیا۔ اس دن ان کے لیے خرید وفروخت، زراعت وتجارت اور شکار وبیوپار کو حرام قرار دیا گیا اور اس دن کو صرف عبادت کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ ان کو تلقین کی گئی کہ وہ اس کی عظمت کا لحاظ اور اس کی حرمت کو قائم رکھیں۔ لیکن وہ اپنے اس عہد و پیمان پر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکے۔ اور جلد ہی خدا کے حکم کے معاملہ میں اختلاف کرنے لگے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ[2]۔

”سبت کی پابندی ان ہی لوگوں پر عائد کی گئی تھی جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ اور بے شک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس بات میں وہ اختلاف کر رہے تھے“۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا شمس پیرزادہؒ تحریر فرماتے ہیں:

”مطلب یہ ہے کہ یہود کو ابتدا میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ جمعہ کے دن کو اللہ کے مخصوص احکام کی بجا آوری کے لیے خاص کر لیں۔ لیکن انھوں نے اپنے نبی سے اس معاملہ میں اختلاف کیا اور اس بات پر مُصر ہوئے کہ سنیچر کے دن کو مقرر کیا جائے۔ ان کے اس اختلاف کے بہ سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سنیچر کا دن مقرر کیا اور ساتھ ہی انھیں اس دن کو منانے کے تعلق سے سخت احکام دئے۔ اگر وہ جمعہ کو قبول کر لیتے تو اتنے

---

[1] علامہ غلام نبی کشانی: بحوالہ: ماہانہ زندگی نو نئی دہلی: اگست ۲۰۱۳

[2] النحل: ۱۲۴

سخت احکام انھیں دئے نہ جاتے۔ اس کے بعد جب نصاریٰ آئے تو انھوں نے نے سبت کے معاملہ میں اختلاف کر کے اتوار کا دن اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ لیکن امت محمدیہ نے اللہ کے فضل سے جمعہ کے دن کو پالیا۔ ان کو جب جمعہ کے دن مخصوص عبادت کا حکم دیا گیا تو انھوں نے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ اس طرح جمعہ کا دن جس سے حقیقۃً ہفتہ کا آغاز ہوتا ہے امت محمدیہ کے حصہ میں آیا۔ یہود سنیچر کی وجہ سے ایک دن پیچھے رہ گئے اور نصاریٰ اتوار کی وجہ سے دو دن پیچھے"[1]۔

اس سلسلہ میں ایک اہم حدیث اس طرح آئی ہے۔

"حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ہم سے پہلے تھے، جمعہ کے دن سے محروم کر دیا۔ یہود کا دن سنیچر اور نصاری کا دن اتوار مقرر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا اور جمعہ کے دن کے لیے ہم کو ہدایت دی۔ اس طرح جمعہ، سنیچر اور اتوار کے دن مقرر ہوئے اور اس ترتیب کے لحاظ سے وہ (یہود و نصاری) قیامت کے دن ہمارے پیچھے رہیں گے۔ دنیا میں ہم سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے دن سب سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا"[2]۔

یہود نے جمعہ کے بجائے سبت (سنیچر) کے دن کو عبادت کے لیے مقرر کرنے کی مانگ کی تھی، ان کی یہ مانگ ان کی ذمہ داریوں میں اضافہ کا باعث بنی اور وہ اس طرح کہ ان پر اس دن کسی بھی طرح کے کاروبار کو حرام قرار دیا گیا ہے، جبکہ امت محمدیہ نے اس طرح کی کوئی مانگ نہیں کی اور وہ ملت ابراہیمی کی پیروی میں جمعہ کو تسلیم کرتی ہے، اس لیے اسلام نے جمعہ کے دن کاروبار کے معاملہ میں کسی طرح کی سختی نہیں رکھی ہے، البتہ صرف خطبہ و نماز جمعہ کے وقت میں معاش کمانے سے روک دیا ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حلال روزی تلاش کرنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ اس کی ترغیب بھی دی ہے[3]۔

واضح رہے قرآن کے مطابق یہود کو تلقین کی گئی تھی کہ وہ سنیچر کی حرمت کے عہد و پیمان پر قائم رہیں اور جن باتوں کو اس دن کے حوالے سے حرام کر دیا گیا ان سے بچتے رہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا[4] ۝

"اور ہم نے ان (یہودیوں) سے کہا کہ سبت (سنیچر) کے بارے میں حد سے نہ گزرنا اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا"۔

---

1 دعوۃ القرآن ج ۲، ص: ۹۳۵

2 صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب ھدایۃ ھذہ الامۃ لیوم الجمعۃ، حدیث نمبر ۸۵۶

3 ملاحظہ کیجئے سورۃ الجمعہ آیات: ۹-۱۰

4 النساء: ۱۵۴

لیکن یہود زیادہ دیر تک اپنے رب سے کئے ہوئے عہد و پیمان پر قائم نہیں رہ سکے۔ اور انھوں نے حیلے بہانے کر کے اپنے کو بہت سی شرعی پابندیوں سے آزاد کر لیا تھا۔ اور انھوں نے سبت کے معاملہ میں کھلے عام احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی اور نتیجتاً انھیں سخت ترین اور ذلت آمیز عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔ اس عبرت انگیز واقعہ کے بارے میں کچھ اہم اور بنیادی باتیں قرآن کی ان آیات میں بیان ہوئی ہیں:

وَسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعاً وَيَوْمَ لاَ يَسْبِتُونَ لاَ تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ o وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْماً اللّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَاباً شَدِيداً قَالُواْ مَعْذِرَةً إِلَى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ o فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُواْ بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُواْ يَفْسُقُونَ o فَلَمَّا عَتَوْاْ عَن مَّا نُهُواْ عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُواْ قِرَدَةً خَاسِئِينَ[1] o

"اور (اے نبیؐ) ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی، جہاں سبت (سنیچر) کے معاملہ میں لوگ حد سے باہر جاتے تھے۔ سبت کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آجاتیں اور جب سبت کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ اس طرح ہم ان کی نافرمانی کی وجہ سے انھیں آزمائش میں ڈالتے تھے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (نصیحت کرنے والوں سے) کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ یا تو ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ اس لیے کہ تمہارے رب کے حضور معذرت کر سکیں اور اس لیے کہ یہ لوگ باز آجائیں۔ پھر جب وہ اس نصیحت کو بالکل بھلا بیٹھے جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے۔ مگر غلط کار لوگوں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ پھر جب وہ اس کام کو جس سے انھیں منع کیا گیا تھا پوری ڈھٹائی کے ساتھ کرنے لگے تو ہم نے کہا، ذلیل بندر بن جاؤ"۔

تورات میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح آیا ہے:

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا، تو بنی اسرائیل سے یہ بھی کہہ دینا کہ تم میرے سبتوں کو ضرور ماننا۔ اس لیے کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان پشت در پشت ایک نشان رہے گا، تاکہ تم جانو کہ میں خداوند تمہارا پاک کرنے والا ہوں۔ پس تم سبت کو ماننا اس لیے کہ وہ تمہارے لیے مقدس ہے۔ جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔ جو اس میں کچھ کام کرے وہ اپنی قوم سے کاٹ ڈالا جائے۔ چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن آرام کا سبت ہے، جو خداوند کے لیے مقدس ہے۔ جو کوئی سبت کے دن کام کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے"[2]۔

یہود کے لئے سبت (سنیچر) کے دن مچھلی کا شکار کرنا حرام قرار دیا گیا تھا، لیکن ان کی آزمائش کے طور پر سنیچر ہی کے دن مچھلیاں ظاہر ہوتی تھیں اور ان کی آمد اس قدر افراط کے ساتھ ہونے لگی کہ سمندر کے تمام کنارے مچھلیوں سے بھر جاتے تھے، جس کی وجہ سے ان میں سے ایک گروہ

---

[1] الاعراف: ۱۶۳۔ ۱۶۶

[2] تورات، خروج باب ۳۱، آیت ۱۲ تا ۱۶

نافرمانی کرتے ہوئے حیلہ سازی کرنے لگا۔ اس سلسلہ میں علامہ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس اور ان کے شاگرد عکرمہ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ رو رہے تھے۔ دیکھا کہ ان کی گود میں قرآن کھلا رکھا ہوا ہے۔ میں کچھ دیر ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے قریب نہیں ہوا۔ لیکن جب اسی حالت میں کافی دیر ہو گئی تو پھر میں آگے بڑھ کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ مجھ کو آپ پر قربان کرے، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا، ان اوراق (قرآن) نے مجھے رلا دیا ہے۔ وہ سورۃ الاعراف تھی، انھوں نے مجھ سے پوچھا: کیا تم ایلہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں؟ انھوں نے کہا: وہاں کچھ یہود آباد تھے، سنیچر کے دن مچھلیاں ساحل پر نمودار ہوتیں، پھر غائب ہو جاتیں، جنھیں حاصل کرنے کے لیے انھیں سخت محنت کرنی پڑتی تھی۔ سنیچر کے دن خوب موٹی اور عمدہ مچھلیاں پانی کے اوپر تیرتے ہوئے بکثرت آتیں۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا، پھر شیطان نے انھیں اُکسایا کہ سنیچر کے دن تو تمھیں صرف مچھلیاں کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ (شکار کرنے سے نہیں) سو تم سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑ کر دوسرے دن کھالیا کرو"[1]۔

ڈاکٹر اسرار احمد یہود کی اس حیلہ سازی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"ان (یہود) میں سے کچھ لوگوں نے اس قانون میں چور دروازہ نکال لیا۔ وہ ہفتہ کے روز ساحل پر جا کر گڑھے کھودتے اور نالیوں کے ذریعے انھیں سمندر سے ملا دیتے۔ اب وہ سمندر کا پانی ان گڑھوں میں لے کر آتے تو پانی کے ساتھ مچھلیاں گڑھوں میں آجاتیں۔ اور پھر وہ ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیتے۔ اگلے روز اتوار کو جا کر ان مچھلیوں کو آسانی سے پکڑ لیتے اور کہتے کہ ہم ہفتہ کے روز تو مچھلیوں کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس طرح شریعت کے حکم کے ساتھ انھوں نے یہ مذاق کیا کہ اس حکم کی اصل روح کو مسخ کر دیا۔ حکم کی اصل روح تو یہ تھی کہ چھ دن دنیا کے کام کرو اور ساتواں دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف رکھو۔ جبکہ انھوں نے یہ دن بھی گڑھے کھودنے، پانی کھولنے اور بند کرنے میں صرف کرنا شروع کر دیا"[2]۔

جب یہود کے ایک گروہ نے سبت کے احکام کے بارے میں نافرمانی کی تو دوسرا گروہ اس کی حیلہ سازی وکارستانی کو دیکھ کر اس کو خدا کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے ڈراتا اور اس سے اپنی برأت کا بھی اظہار کرتا تھا۔ ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا تھا کہ آخر اس گروہ کی نافرمانی پر وعظ ونصیحت سے کچھ فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔ یہ ہرگز اپنی روش سے باز آنے والا نہیں ہے۔ لیکن اس گروہ میں سبت کے احکام کی بے حرمتی کا رجحان بڑھنے لگا اور وہ اس کی علانیہ خلاف ورزی کرنے لگا۔

مولانا شمس پیرزادہؒ لکھتے ہیں:

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص: ۳۴۳

[2] بیان القرآن، ج ۳، ص: ۱۸۰

"سبت کی بے حرمتی کا رجحان جب بنی اسرائیل کے اس گروہ میں بڑھ گیا جو سمندر کے کنارے آباد تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سخت آزمائش میں ڈالا اور اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ سنیچر ہی کے دن مچھلیاں سطح آب پر آنے لگیں، اور دنوں میں نہیں آتی تھیں۔ جن لوگوں کی ساری دلچسپیاں معاش سے وابستہ تھیں، وہ سبت کے احکام کی پروانہ کرتے ہوئے مچھلیوں کا شکار کرنے لگے۔ اس طرح سبت کی بے حرمتی اجتماعی طور پر ہونے لگی"[1]۔

قرآن میں اصحاب سبت کی بستی کا نام درج نہیں ہے، صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ وہ بستی ساحل سمندر پر واقع تھی۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"یہ وہی بستی ہے جس کا نام ایلہ تھا اور یہ بحر قلزم کے کنارے پر واقع تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "یہ وہی بستی ہے جسے ایلہ کہا جاتا ہے اور جو مدین اور طور کے درمیان واقع ہے"۔ یہی قول عکرمہ، مجاہد، قتادۃ اور سدی کا بھی ہے۔ نیز عبد اللہ بن کثیر القاری کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ یہ بستی ایلہ کی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ بستی مدین میں تھی اور وہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت کے مطابق ہے جبکہ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ وہ بستی ہے جسے معتا کہا جاتا ہے جو مدین اور عینونا کے درمیان واقع ہے"[2]۔

مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی لکھتے ہیں:

"عکرمہ، مجاہد، قتادۃ، سدی، کبیر اور ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اس بستی کا نام ایلہ تھا اور یہ بحرِ قلزم کے ساحل پر واقع تھی۔ عرب جغرافیہ داں کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص طور سینا سے گزر کر مصر کو روانہ ہوتا تو طورِ سینا کی جانب ساحل بحر پر یہ بستی ملتی تھی، یا یوں کہہ لیجیے کہ مصر کا باشندہ اگر مکہ کا سفر کرے تو راہ میں یہ شہر پڑتا تھا۔ یہی قول راجح ہے"[3]۔

اصحاب سبت کا واقعہ کس دور سے تعلق رکھتا ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ داود علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا تھا[4]۔ علامہ صابونی نے بھی اسی قول کو لیا ہے[5] لیکن مولانا حفظ الرحمن سیوہاری نے اس رائے پر تنقید کرتے ہوئے ایک نئی تحقیق پیش کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے:

"بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت داود علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا ہے، لیکن ابن جریر، ابن کثیر، ابو حیان اور امام رازی (رحمہم اللہ) جیسے جلیل القدر مفسرین کے طرزِ بیان اور خود قرآنِ عزیز کے اسلوب سے یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے کہ قرآنِ

---

[1] دعوۃ القرآن ج ا، ص: ۵۶۱
[2] تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص: ۳۴۲
[3] قصص القرآن ج ۳، ص: ۵۸
[4] تفسیر القرطبیؒ ج ۷، ص: ۲۶۹
[5] صفوۃ التفاسیر جلد ا، ص: ۴۴۳

عزیز نے اس واقعہ کو سورۃ الاعراف میں قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور وہاں یہ بتایا ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو اہل بستی تین جماعتوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک جماعت سرکش اور حیلہ جو نافرمانوں کو راہ ہدایت پر قائم رکھنے کی سعی کر رہی تھی پس اگر یہ واقعہ حضرت داود علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا تو یہ بات بعید از قیاس اور بعید از اسلوب قرآن تھی کہ وہ ایسے موقع پر جبکہ انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت پر مسخ کا عذاب مسلط ہونے کا ذکر کر رہا ہو، اس زمانہ کے پیغمبر کا اس سلسلہ میں قطعاً کوئی ذکر نہ کرے اور یہ نہ بتائے کہ نافرمان قوم کے اور ان کے درمیان کیا معاملہ پیش آیا۔ نیز سلف صالحین سے بھی کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہو کہ یہ واقعہ حضرت داود علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا اور نہ تاریخ ہی اس کے لیے کوئی مواد بہم پہنچاتی ہے"۔

آگے مزید تحریر فرماتے ہیں:

"الحاصل قرآن کے اسلوب بیان اور جلیل القدر مفسرین کے شرح و تفصیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصحابِ سبت کا یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داود علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں کسی ایسے وقت پیش آیا جبکہ ایلہ میں کوئی نبی موجود نہیں تھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ وہاں کے علماء حق ہی کے سپرد تھا، اس لیے قرآن عزیز نے صرف ان ہی کا تذکرہ کیا اور کسی نبی یا پیغمبر کا ذکر نہیں کیا"[1]۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اس سلسلہ میں یہ تحقیق پیش فرمائی ہے:

"سبت" ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں۔ یہ دن بنی اسرائیل کے لیے مقدس قرار دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اور اولادِ اسرائیل کے درمیان پشت در پشت تک دائمی عہد کا نشان قرار دیتے ہوئے تاکید کی تھی کہ اس روز کوئی دنیوی کام نہ کیا جائے۔ گھروں میں آگ تک نہ جلائی جائے، جانوروں اور لونڈی غلاموں تک سے کوئی خدمت نہ لی جائے اور یہ کہ جو شخص اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن بنی اسرائیل نے آگے چل کر اس قانون کی علانیہ خلاف ورزی شروع کر دی۔ ہرمیاہ نبی کے زمانہ میں (جو ۶۲۸ اور ۵۸۶ قبل مسیح کے درمیان گزرے ہیں) خاص یروشلم کے پھاٹکوں سے لوگ سبت کے دن مال اسباب لے لے کر گزرتے تھے۔ اس پر نبی موصوف نے خدا کی طرف سے یہودیوں کو دھمکی دی کہ اگر تم لوگ شریعت کی اس کھلم کھلا خلاف ورزی سے باز نہ آئے تو یروشلم نذر آتش کر دیا جائے گا۔

(ہرمیاہ ۲۱:۱۷۔۲۷) اس کی شکایت حزقی ایل نبی بھی کرتے ہیں جن کا دور ۵۹۵ اور ۵۳۶ قبل مسیح کے درمیان گزرا ہے۔ چنانچہ ان کی کتاب میں سبت کی بے حرمتی کو یہودیوں کے قومی جرائم میں سے ایک بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ (حزقی ایل ۲۰:۱۲۔۲۴) ان حوالوں سے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید یہاں جس واقعہ کا ذکر کر رہا ہے وہ بھی غالباً اسی دور کا واقعہ ہو گا"۔[2]

---

1 قصص القرآن، ج ۳، ص: ۵۹۔۶۰

2 تفہیم القرآن، ج ۲، ص: ۹۰

اصحاب سبت کا واقعہ سورۃ الاعراف میں قدرے تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اصحاب سبت کا واقعہ پیش آیا تو ان کی بستی تین گروہوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ایک گروہ راست انداز میں احکام الٰہی کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا۔ دوسرا گروہ خلاف ورزی کا مرتکب تو نہیں ہوا مگر اس نے یہ کہہ کر خاموشی اختیار کر لی کہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والا گروہ اس مقام تک پہنچ چکا ہے کہ اب اس کا باز آنا ممکن نہیں۔ چنانچہ اس نے نافرمان گروہ کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا۔ مگر ان میں ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو غیرت ایمانی کی وجہ سے حدود اللہ کی اس کھلم کھلا بے حرمتی اور بغاوت کو برداشت نہ کر سکا تھا اس لیے وہ خلاف ورزی کرنے والے گروہ کو روکنے اور باز رکھنے کی کوشش میں لگا رہا اور اس کو وعظ و نصیحت کرتا رہا تھا۔ لیکن بالآخر احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والا گروہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان تین گروہوں میں کیا صرف اسی ایک گروہ کو عذاب دیا گیا جو براہ راست نافرمانی میں مبتلا تھا یا پھر اس گروہ کے ساتھ وہ گروہ بھی اس عذاب میں شامل تھا۔ جنھوں نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی تو نہیں کی تھی مگر اس نے وعظ و نصیحت کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے سکوت کا راستہ اختیار کیا تھا؟

اس سلسلہ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے:

"اس بستی میں تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک وہ جو دھڑے سے احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ دوسرے وہ جو خود تو خلاف ورزی نہیں کرتے تھے مگر اس خلاف ورزی کو خاموشی کے ساتھ بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ناصحوں سے کہتے تھے کہ ان کم بختوں کو نصیحت کرنے سے کیا حاصل ہے۔ تیسرے وہ جن کی غیرت ایمانی حدود اللہ کی اس کھلم کھلا بے حرمتی کو برداشت نہ کر سکتی تھی اور وہ اس خیال سے نیکی کا حکم کرنے اور بدی سے روکنے میں سرگرم تھے کہ شاید وہ مجرم لوگ ان کی نصیحت سے راہ راست پر آ جائیں اور اگر وہ راہ راست نہ اختیار کریں تب بھی ہم اپنی حد تک تو اپنا فرض ادا کر کے خدا کے سامنے اپنی برأت کا ثبوت پیش کر ہی دیں۔ اس صورتِ حال میں جب اس بستی پر اللہ کا عذاب آیا تو قرآن مجید کہتا ہے کہ ان تینوں گروہوں میں سے صرف تیسرا گروہ ہی اس سے بچایا گیا۔ کیونکہ اس نے خدا کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کی فکر کی تھی۔ اور وہی تھا جس نے اپنی برأت کا ثبوت فراہم کر رکھا تھا۔ باقی دونوں گروہوں کا شمار ظالموں میں ہوا اور وہ اپنے جرم کی حد تک مبتلائے عذاب ہوئے"[1]۔

لیکن بعض مفسرین کے نزدیک جن لوگوں نے سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور ان کو برائی سے روکنے کے بجائے ان سے صرف اظہار ناپسندیدگی تک اپنا ردعمل رکھا۔ وہ اللہ سے ڈرنے والے لوگ تھے وہ اگرچہ ان کو منع نہیں کرتے تھے۔ مگر خود احکام الٰہی کی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں تھے۔ اس صورت میں ان کا انجام نافرمانوں کا جیسا کس طرح ہو سکتا ہے؟

چنانچہ اس بارے میں سید قطب شہیدؒ تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] تفہیم القرآن، ج ۲، ص: ۹۱

"اس بستی کے باشندے تین امتوں (گروہوں) میں بٹ گئے۔ پہلا گروہ نافرمانوں اور حیلہ سازوں کا تھا، دوسرا گروہ ان لوگوں کا جنھوں نے اس نافرمانی اور حیلہ سازی کا مقابلہ کرنے کے لیے مثبت طرز عمل اختیار کرتے ہوئے اس پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا اور نصیحت ورہنمائی کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کی۔ تیسرا گروہ ان کا، جنھوں نے برائی وگناہ کرنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا، ان کا رویہ منفی اظہارِ ناپسندیدگی تک محدود رہا، برائی کو روکنے کے لیے انھوں نے کوئی مثبت اقدام نہ کیا۔ اس طرح فکر وعمل کے یہ تین مختلف زاویے تھے جنھوں نے تین گروہوں کو تین امتوں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

مگر جب نصیحت وموعظت سودمند ثابت نہ ہوئی اور بھٹکے ہوئے لوگ اپنی گمراہی میں آگے بڑھتے چلے گئے، تو ان پر اللہ کا فیصلہ نافذ ہوا اور اس کی تنبیہیں، حقیقت واقعہ کی شکل میں ڈھل گئیں۔ چنانچہ جو لوگ برائی سے روکتے تھے وہ عذاب سے محفوظ رہے، نافرمان گروہ پر سخت عذاب نازل ہوا۔ رہا تیسرے گروہ یا تیسری امت- تو اس کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ شاید اس لیے کہ اسے درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ اگرچہ اسے عذاب میں نہیں پکڑا گیا۔ کیونکہ اس نے مثبت اظہارِ نکیر نہ کر کے صرف اظہار ناگواری پر اکتفا کیا۔ اس وجہ سے وہ ناقابل التفات ٹھہرا، ہاں مگر مستحق عذاب نہ ہوا"[1]۔

مولانا شمس پیرزادہ نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انھوں نے واضح کیا ہے کہ واعظ ونصیحت کے معاملے میں سکوت اختیار کرنے والا گروہ عذاب الٰہی سے بچنے والے گروہ میں شامل تھا۔ انھوں نے اپنی اس بحث کو اس تفسیری روایت پر ختم کیا ہے:

"ابن جریر طبری نے عکرمہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی صحیح توجیہہ میں اشکال محسوس کر رہے تھے اور اصلاح کی طرف سے مایوس ہونے والوں کے عذاب کی لپیٹ میں آنے کا خیال انھیں اس قدر پریشان کر رہا تھا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس موقع پر عکرمہؒ نے، جو ان کے شاگرد تھے، یہ دلیل پیش کی کہ یہ لوگ برائی سے روکنے والے گروہ ہی میں شامل تھے کیونکہ ان کے اس کہنے سے کہ تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے، صاف ظاہر ہے کہ وہ برائی سے نفرت کرتے تھے اور منع کرنے والوں ہی میں شامل تھے۔ یہ دلیل سن کر حضرت ابن عباس اس قدر خوش ہوئے کہ عکرمہؒ کو ہدیتاً لباس کا ایک جوڑا عنایت فرمایا"[2]۔

سورۃ الاعراف کی زیر نظر آیات میں بظاہر دو طرح کے عذاب کا ذکر ملتا ہے ایک عذاب بئیس (سخت عذاب) اور دوسرا مسخ (یعنی بندر بن جانے) کا عذاب۔ اس سلسلے میں دو احتمال بیان کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ جن لوگوں نے سبت کے حوالے سے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی تو ان پر پہلے ایک سخت قسم کا عذاب آیا جسے قرآن حکیم میں بئیس کہا گیا ہے، تاکہ اس عذاب سے ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھ لیں کہ وہ حیلے

---

[1] فی ظلال القرآن، ج۵، ص: ۳۴۳-۳۴۲، مترجم مولانا مسیح الزماں فلاحی ندوی

[2] دعوۃ القرآن، ج۲، ص: ۵۶۲

بہانے کر کے خدا کے احکام کی تعمیل نہیں کر سکتے بلکہ وہ اس روش کو اختیار کرتے ہوئے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں مگر جب انھوں نے اس عذاب سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی، تب ان پر مسخ کا عذاب آگیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تحریر فرماتے ہیں:

''جو آیات اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بستی پر خدا کا عذاب دو قسطوں میں نازل ہوا تھا۔ پہلی قسط وہ جسے عذاب بئیس (سخت عذاب) فرمایا گیا اور دوسری قسط وہ جس میں نافرمانی پر اصرار کرنے والوں کو بندر بنا دیا گیا۔ ہم ایسا سمجھتے ہیں کہ پہلی قسط کے عذاب میں پہلے دونوں گروہ شامل تھے اور دوسری قسط کا عذاب صرف پہلے گروہ کو دیا گیا تھا[1]۔

دوسرا احتمال یہ کہ عذاب بئیس دراصل اجمال ہے جس کی تفصیل دوسری آیت:

كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ۔

''ذلیل بندر بن جاؤ'' میں بیان ہوئی ہے۔ بعض مفسرین اسی دوسرے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں، جیسا کہ سید قطب شہیدؒ نے لکھا ہے:

''وہ سخت عذاب یہ تھا کہ ان کی انسانی شکل مسخ کر کے، اسے بندروں کی شکل بنا دی گئی، وہ اپنی انسانیت سے اس وقت دستبردار ہو بیٹھے جب انھوں نے انسانیت کی اہم ترین خصوصیت بھلا ڈالی۔ وہ خصوصیت ہے ارادے کا خواہش پر غالب رہنا۔ اور جب 'انسان' کی خصوصیات سے دستبردار ہوئے تو 'حیوان' کی دنیا میں جا پہنچے۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ وہ اب اس پستی و ذلت کے مقام پر ہی رہیں جسے انھوں نے اپنے واسطے پسند کیا ہے''[2]۔

علامہ آلوسی بھی اسی بات کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وجوز ان یکون المراد بالعذاب البئیس ھو المسخ وتکون ھذہ الآیۃ تفصیلاً لما قبلھا[3]۔

''یہاں عذاب بئیس (سخت عذاب) سے مراد مسخ ہی ہے اور یہ آیت ماقبل آیت کی تفصیل ہے''۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بندر بنا دیا تھا؟ اس سلسلے میں جمہور مفسرین کا یہی موقف ہے کہ وہ واقعی بندر بن گئے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر ایک سے زیادہ بار آیا ہے۔ سورۃ الاعراف، آیت ١٦٦ کے علاوہ ان دو آیات میں بھی اس کا ذکر آیا ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ[4]۔

---

[1] تفہیم القرآن، ج ٢، ص: ٩٢

[2] فی ظلال القرآن، ج ٥، ص: ٣٤٣

[3] روح المعانی ج ٦، ص: ١٣٧

[4] سورہ البقرہ: ٦٥

"اور ان لوگوں کا حال تم جانتے ہو جو سبت (سنیچر) کے معاملے میں زیادتی کے مرتکب ہوئے۔ تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ"۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ[1]۔

"کہو (اے نبی!) کیا میں تم کو بتائوں کہ اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بدتر انجام کس کا ہوا؟ وہ جس پر خدا نے لعنت کی اور جس پر اس کا غضب ہوا اور جن میں سے اس نے بندر اور سور بنادئے اور انھوں نے طاغوت کی پرستش کی۔ یہی لوگ ہیں جن کا درجہ سب سے بدتر ہے اور راہ راست سے بالکل بھٹکے ہوئے ہیں"۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ان کی نافرمانی کے پاداش میں ان کے چہروں کو مسخ کرکے ان کو بندر اور سور بنادیا ہے۔ جمہور علماء کو اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ جس خدا نے انسان کو انسان کی صورت میں پیدا فرمایا ہے اس کے لئے یہ کہاں مشکل ہوگا کہ وہ اس کی صورت مسخ نہیں کرسکتا اور اسے بندر اور سور کی صورت میں تبدیل نہیں کرسکتا؟ اس سلسلے میں علامہ زمخشریؒ آیت: كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عبارة عن مسخهم قردة كقوله إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ o

"ان کے مسخ سے واقعی بندر بن جانا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ جس کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے"۔

لیکن بعض مفسرین کی رائے ہے کہ احکام الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں کے جسم مسخ نہیں ہوئے تھے، بلکہ صرف اخلاق و کردار اور عادات واطوار بگڑ گئے تھے۔ سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

(كُونُوا قِرَدَةً) ہو جاؤ بندر اس کی تفسیر میں بھی ہمارے علمائے مفسرین نے عجیب وغریب باتیں بیان کی ہیں اور لکھا کہ وہ لوگ سچ مچ صورت و شکل میں خاصیت میں بھی بندر ہو گئے تھے۔ مگر یہ تمام باتیں لغو وخرافات ہیں۔ خدائے پاک کے کلام پاک کا یہ مطلب نہیں ہے۔ بعض مفسرین نے بھی ان کے سچ مچ کے بندر ہو جانے سے انکار کیا ہے، جس کو ہم بطور تائید اپنے کلام کے اس مقام پر نقل کرتے ہیں، بیضاوی میں لکھا ہے:

وقال مجاهد ما مسخت صورتهم ولكن قلوبهم فمثلوا بالقردة كما مثلوا بالحمار في قوله كمثل الحمار يحمل اسفارا،

---

[1] المائدہ: ٦٠

یعنی مجاہد کا قول ہے کہ ان کی صورتیں بندر کی سی نہیں ہو گئی تھیں بلکہ ان کے دل بندروں سے ہو گئے تھے، اور اس لیے بندروں کے ساتھ ان کو تشبیہ دی ہے، جیسے کہ خدا نے گدھے کے ساتھ اپنے اس قول میں کہ ان کی مثال گدھے کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں، تشبیہ دی ہے"۔[1] کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مولانا وحید الدین خان نے بھی الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اس بات کو اپنے مخصوص انداز میں اس طرح تحریر کیا ہے:

"قانون سبت کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا گیا، اللہ نے ان کو بندر بنا دیا، کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی صورت بندروں کی صورت ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا اخلاق بندروں جیسا ہو گیا۔ ان کا دل اور ان کی سوچ انسانوں کے بجائے بندر جیسے ہو گئے:

"قیل بل جعل اخلاقھم کاخلاقھا وان لم تکن صورتھم کصورتھا مفردات امام راغب، روی عن مجاھد انہ انما مسخت قلوبھم افھامھم کافھام القردۃ، تفسیر قرطبی)"۔[2]

ان حضرات نے جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن کے بیانات کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں ان کے اقوال کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

ان حضرات نے ایک قول امام راغب اصفہانی کا نقل کیا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے آیتِ مسخ کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"بعض نے (اس آیتِ مسخ کو) ظاہری معنی پر محمول کیا ہے کہ وہ سچ مچ بندر بن گئے۔ لیکن بعض نے کہا کہ ان کے اخلاق بندروں جیسے ہو گئے تھے نہ کہ وہ واقعی بند بنا دئے گئے تھے"۔[3]

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام راغب اصفہانی نے دو اقوال تحریر کئے ہیں۔ پہلے قول میں جمہور علماء و مفسرین کا موقف بتایا گیا ہے کہ سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے واقعی بندر بن گئے تھے۔ جبکہ دوسرے قول میں بتایا گیا ہے کہ وہ بندر نہیں بن گئے تھے بلکہ ان کے اخلاق بندروں جیسے بن گئے تھے۔ مگر یہ دوسرا قول کمزور، شاذ اور نا قابلِ اعتبار ہے۔

اسی طرح ان حضرات نے مجاہد کے قول کو بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے مگر اس پر قدیم مفسرین نے کیا تبصرہ کیا ہے اور اس کے رد میں کیا دلائل پیش کئے؟ ان کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ علامہ قرطبی تحریر فرماتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مجاہد سے مروی ہے کہ صرف ان کے دل مسخ ہو گئے تھے اور ان کی سمجھ بندروں کی جیسی سمجھ بن گئی تھی لیکن میرے علم میں ان کے سوا کسی بھی مفسر نے اس قول کو نہیں لیا ہے۔ واللہ اعلم[4]۔

---

1 تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، ج۱، ص:۹۹۔۱۰۰

2 تذکیر القرآن، ص:۴۱۷

3 المفردات فی غریب القرآن، ص: ۴۰۰

4 تفسیر قرطبی، ج۱، ص: ۴۸۱

علامہ ابن کثیر نے اس کی مزید وضاحت اس طرح کی ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے دل مسخ ہو گئے تھے لیکن وہ واقعی بندر نہیں بن گئے تھے اصل میں یہ ایک مثل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان (اہل کتاب) کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس نے بھاری کتابیں اٹھا رکھی ہیں (الجمعہ: ۵) اس قول کی مجاہد تک عمدہ سند ہے لیکن یہ قول غریب ہے اور اس جگہ سیاق کلام اور دوسرے مقامات کے بھی خلاف ہے"۔

حقیقت یہ ہے کہ مجاہد اپنے اس قول میں منفرد ہیں۔ ان کی یہ توجیہہ قرآن کے بیانات سے ٹکراتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء و مفسرین کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے بندر بن گئے تھے۔ چونکہ انھوں نے حیلوں اور بہانوں کے ذریعہ سبت کے قانون کو مسخ کر دیا تھا۔ اس لیے ان کے لیے سزا بھی مسخ ہی رکھی گئی۔ اس سلسلہ میں علامہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

"جب انھوں نے (سبت کے احکام کے بارے میں) اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بندروں کی صورت میں مسخ کر دیا۔ اور یہ اس لیے کہ ظاہر صورت میں بندر انسان سے زیادہ مشابہ ہے۔ اگرچہ حقیقت میں وہ انسان نہیں ہے تو ان کے اعمال بد اور حیلے ظاہر میں حق کے مشابہ اور باطن میں اس کے مخالف ہیں تو ان کو سزا بھی جنس عمل ہی کے مطابق دی گئی ہے"۔

علامہ ابن کثیر نے زیر نظر مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے آخر پر تحریر فرمایا ہے:

میں کہتا ہوں ان ائمہ تفسیر کے بیانات ذکر کرنے کا یہ مقصد ہے کہ یہ تمام ائمہ بالاتفاق مجاہد کے اس قول مے مخالف ہیں کہ بنی اسرائیل کا مسخ معنوی تھا حقیقی نہ تھا لیکن صحیح یہ ہے وہ معنوی بھی تھا اور حقیقی بھی تھا (یعنی صورتیں بھی بگڑیں اور فکر بھی مسخ ہو گئی)۔ مطلب یہ کہ تمام مفسرین نے مجاہد کی تاویل و توجیہہ کو باطل قرار دیا ہے اور قرآن کے ذریعہ جو حقیقت بغیر کسی تاویل و توجیہہ کے سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے حقیقی معنوں میں بندر بن گئے تھے۔ چنانچہ اس کی تائید ایک صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ " ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کیا بندر اور خنزیر انہی لوگوں کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کیا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی ہلاک کیا یا عذاب دیا تو ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ بے شک بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تھے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بھی سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے مسخ ہونے کا مطلب ان کی صورتوں کا بدل کر بندر اور خنزیر بن جانا ہی مراد لیتے تھے۔ اس بنا پر قرآن کے اس واقعہ کے بارے میں اس تاویل و توجیہہ کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے کہ ان کے اخلاق بگڑ گئے تھے مگر ان کی صورتیں نہیں بدل گئی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کے عذاب سے دوچار کیا، وہ روئے زمین پر زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہے۔ بلکہ ان کو تین دن کے اندر اندر ختم کر دیا گیا۔ اور ان کی نسل کا سلسلہ بھی بند کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں علامہ ابن کثیر نے یہ تفسیری روایت نقل کی ہے۔

"حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ان کی نافرمانی کے سبب اللہ تعالیٰ نے انھیں بندر بنا دیا۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے لوگ زمین پر تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ پاتے ہیں۔ نیز انھوں نے کہا ہے کہ کوئی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہی۔ اور اس درمیان میں اس قوم نے نہ کچھ کھایا پیا اور نہ اس کی نسل کا سلسلہ چلا"۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ سبت کے احکام و قوانین جن لوگوں نے توڑے اور مکر و فریب اور حیلے بہانوں کے ذریعے خدا کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کا مذاق اڑایا۔ ان کی نافرمانی کے پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں کو مسخ کر کے ان کو بندر بنا دیا۔ اور وہ فی الواقعہ بندر بن گئے تھے۔ تاہم ان میں انسانی فہم و شعور موجود تھا اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتے اور اپنی اس رسوا کن حالت زار پر روتے تھے۔ جیسا کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے تحریر فرمایا ہے:

"قرآن کے الفاظ اور انداز بیان سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسخ اخلاقی نہیں بلکہ جسمانی تھا۔ میرے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ ان کے دماغ بعینہٖ اسی حال پر رہنے دئے گئے ہوں گے جس میں وہ پہلے تھے اور جسم مسخ ہو کر بندروں سے ہو گئے ہوں گے"۔[2]

اس واقعہ کے بیان کرنے کی اصل غرض و غایت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن نے خود ہی واضح کر دیا ہے کہ اصحاب سبت کے زمانے کے لوگوں اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کے لیے یہ واقعہ عبرت کا سامان بن جائے اور جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں ان کے لیے یہ واقعہ نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ٥ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥[3]

اور یقیناً ان لوگوں کے بارے میں تم جانتے ہی ہو جو تم میں سے سبت (سنیچر) کے معاملہ میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ تو ہم نے (اس کی پاداش میں) ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ، سو ہم نے اس واقعہ کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد کے آنے والے لوگوں کے لیے عبرت اور اہل تقویٰ کے لیے نصیحت کا سبب بنا دیا"۔

الغرض انسان خدا کی ایک ایسی مخلوق ہے جسے اس دنیا میں با اختیار و باشعور مخلوق بنا کر بھیجا گیا ہے اور اسے فقط احکام الٰہی کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ لیکن جس انسان نے احکام الٰہی کی پابندی سے خود کو آزاد کیا اور اپنے خدا سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کی سعی میں لگ گیا تو پھر اللہ تعالیٰ اس طرح کے انسانوں کو ان کی نافرمانی کی نوعیت کے مطابق الگ الگ طریقوں سے الگ الگ قسم کا

---

1 تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص: ۱۴۲

2 تفہیم القرآن، ج ۱، ص: ۸۴

3 البقرۃ: ۶۵۔ ۶۶

عذاب دیتا ہے اور جس کی ایک واضح اور عبرتناک مثال اصحاب سبت کے اس گروہ کی ہے۔ جس نے احکام الٰہی کی پابندی سے بچنے کے لیے حیلے بہانے کے ذریعہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنادیا تھا۔ اور جس گروہ نے اس کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ حدود اللہ سے تجاوز کرنے پر روکنے کی کوشش کی، اس کی بات بھی نہیں مانی، تو پھر اس طرح وہ احکام الٰہی کو مسخ کرنے کے مرتکب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نافرمانی کی پاداش میں اس کو بندر بنا کر رسوا کن عذاب سے دوچار کر دیا۔ اور اس عبرت ناک سزا کو اس زمانے کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نصیحت و عبرت کا سامان بنادیا۔

ہر سال ماہ دسمبر کی ابتدا ہوتے ہی مسیحی حلقوں کے ساتھ ساتھ مذاہب عالم کے طالبعموں میں ولادت یوم مسیح کے حوالے سے بحث کا آغاز ہو جاتا ہے۔ایک طرف چند مسیحی فرقے جہاں کرسمس نامی تہوار کی تیاریوں میں مصروف عمل نظر آتے ہیں وہیں اکثر مسیحی فرقے اس دن سے اختلاف بھی کرتے دکھائے دیتے ہیں،اس دن کو منانا بدعت اور قدیم مشرک اقوام کے خدا سورج دیوتا کا تہوار گردانتے ہیں۔ممکن ہے اس کا کچھ پس منظر بت پرست اقوام سے ملتا ہو کیونکہ مسیح کی تاریخ ولادت کے حوالے سے خود کیتھولک مشنری 'نیو لائف مشن' کا یہ کہنا ہے:

“We are not sure exactly when Jesus’s birthday is, Actually Jesus was not born in December. Rather He was born in the season when the fields of Israel were filled with green grass m when shepherds tended their sheep out in the open field and let them graze there (Luke 2:8) . This verifies the fact that His actual birthday was not December 25.[2]”

" ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یسوع کی تاریخ پیدائش کیا ہے۔یقینا یسوع ۲۵ دسمبر کو پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ وہ اس موسم میں پیدا ہوا تھا جب اسرائیل کے کھیت سبز گھاس کے ساتھ بھرے ہوئے تھے,تھے،جب چرواہے اپنی بھیڑوں کو کھلے میدان میں لے کر گئے اور انہیں وہاں چرنے کی اجازت دی(لوقا ۲:۸)۔یہ بات حقیت کی تصدیق کرتی ہے کہ اس کی حقیقی پیدائش ۲۵ دسمبر نہیں تھی"۔

مزید لکھتے ہیں: " تب کیوں ہم ۲۵ دسمبر کے اس سرد دن کو کرسمس مناتے ہیں؟ یہ تھا کیونکہ چوتھی صدی کے وسط سے،مغربی کلیسیا نے ۲۵ دسمبر کا یہ دن یسوع کی پیدائش کے طور پر سورج کے دیوتا کی بت پرستی کو روکنے کے لیے مقرر کیا۔لیکن یہ دن حقیقتا سورج کے دیوتا کی

---

[1] محمد منیب الرحمٰن:بکینکل ٹیکنالوجسٹ

[2] The elementary Principles of Christ. Page 49.Rev. Paul C.Jong, Published From Korea

پرستش کا دن تھا۔ اس بت پرستی کے تہوار میں شریک ہونے سے روکنے اور مسیحیوں کے ایمان کی آمیزش کو ختم کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے، بت پرست کے تہوار کے اس دن کو یسوع کی پیدائش کے طور پر مشہور کیا گیا۔ یہ اس قسم کی حکمت عملی تھی جو آگ کے ساتھ آگ سے لڑنے کی مانند تھی۔ ہم ٹھیک طور پر یقین نہیں ہیں کب یسوع کی پیدائش کا دن ہے۔[1]

اسی طرح پاکستانی کلیسیا کو بھی اس بات کا اعتراف ہے جیسا کہ قاموس الکتاب کے مقالہ کرسمس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسیائیں اسے ۲۵ دسمبر کو۔ مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا ۶ جنوری کو ارمینیہ کی کلیسیا ۱۹ جنوری کو مناتی ہے۔" کرسمس کے تہوار کا ۲۵ دسمبر میں ہونے کا ذکر سب سے پہلے شاہ قسطنطین کے عہد میں ۳۲۵ عیسوی میں ہوا۔ یہ بات صحیح طرح معلوم نہیں کہ اولین کلیسائیں بڑا دن مناتی تھی یا نہیں۔ تاہم جب سے یہ شروع ہوا یہ بڑا مقبول ہوا ہے۔ اگرچہ بعض رسومات جو مسیحی نہیں تھی کرسمس سے منسوب کی گئی ہیں۔ تاہم اب انہوں نے بھی مسیحی رنگ اپنا لیا ہے مثلاً کرسمس ٹری۔۔۔ یاد رہے کہ خداوند کی صحیح تاریخ پیدائش کا کسی کو علم نہیں۔ تیسری صدی کے اسکندریہ کے کلیمنٹ نے رائے دی تھی کہ اسے ۲۰ مئی کو منایا جائے۔ لیکن ۲۵ دسمبر کو پہلے پہل رومہ میں اس لیے مقرر کیا گیا تاکہ اس وقت کے ایک غیر مسیحی تہوار "جشن زحل" کو راس الجدی کے موقع پر ہوتا ہے پس پشت ڈال کر اس کی جگہ خداوند مسیح کی سالگرہ منائی جائے"[2]

اگر دیکھا جائے تو یورپ میں مسیحی اور سیکولر طبقات دونوں ہی 'کرسمس' کے تہوار کے بڑے جوش سے مناتے ہیں اس روز تحائف کا تبادلہ کرنا، بڑے بڑے اینونٹ پارٹی نائٹس کا انعقاد، دوستوں احباب اور رشتہ داروں کے ساتھ اکھٹے ہونا، حتی کہ اس دن کو سال کا سب سے حسین دن تصور کیا جاتا ہے۔ کیا یہ سب دنیا کے منجی 'یسوع مسیح' کی پیدائش کے دن شروع ہوتا ہے؟ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ '۲۵ دسمبر' کی تاریخی حثیت کیا ہے۔

اگر لفظ 'کرسمس' کو دیکھیں تو کیتھولک انسائکلوپیڈیا کے مطابق یہ لفظ 'کرائسٹ ماس" ۱۰۳۸ سے ۱۱۳۱ عیسوی تک وجود میں آیا۔

کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں اس بات کا برملہ اعتراف کیا گیا ہے کہ ۲۵ دسمبر کا یہ تہوار کوئی نیا نہیں بلکہ قدیم مصری بت پرست اقوام اس کو مناتے آئے ہیں چنانچہ لکھا ہے:

"Christmas was not among the earliest festivals of the Church. Irenaeus and Tertullian omit it from their lists of feasts; Origen, glancing perhaps at the discreditable imperial Natalitia, asserts (in Lev. Hom. viii in Migne, P.G., XII, 495)

---

[1] مسیح کے بنیادی اصول۔ اردو۔ صفحہ ۵۴۔ ریونڈ پال سی جونگ۔ پبلش کوریا

[2] قاموس الکتاب۔ مسیحی اشاعت خانہ۔ صفحہ ۱۴۷ مقالہ بڑا دن

that in the Scriptures sinners alone, not saints, celebrate their birthday; Arnobius (VII, 32 in P.L., V, 1264) can still ridicule the "birthdays" of the gods. The first evidence of the feast is from Egypt.”[1]

ترجمہ:

کرسمس چرچ کے ابتدائی تہواروں میں شامل نہیں تھا۔ آئرینیس اور طرطالولین نے اپنی تہواروں کی فہرستوں سے اسے شامل نہیں کیا۔ صحیفوں میں لکھا ہے صرف گنہا گار ہی اپنی سالگرہ مناتے ہیں نہ کہ راہب۔ (ربائی ارنو بیئس کہتا ہے) کیا اب بھی ہم دیوتاوں کے جنم دن کا مزاق اڑا سکتے ہیں۔ اس دن کے اجماع کا سب سے پہلا ثبوت مصر سے ملتا ہے۔

اسی انسائیکلوپیڈیا میں مزید لکھا ہے:

یسوع کی پیدائش کی مختلف آرا ہیں جن میں (۲۵ مئی۔ ۲۰، ۱۹ اپریل۔ ۲۸ مارچ۔ ۱۰، ۶ جنوری۔ ۲۵ دسمبر)

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کرسمس کا یہ تہوار غیر اقوام سے ہی مسیحیت میں داخل ہوا جیسا کہ مذاہب عالم کے قدرداں محقق سر جیمس جورج فریزر اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

that the Nativity of Christ himself was assigned to the winter solstice in December because that day was deemed the Nativity of the Sun;2

مسیح کی پیداش کو سرما کے موسم ماہ دسمبر میں قرار دیا گیا کیونکہ اسی دن سورج دیوتا کی پیداش کو بھی مانا جاتا ہے

’’(for Christmas is nothing but an old heathen celebration of the winter solstice[3])

ترجمہ: کرسمس سردیوں کے قدیم تہوار کے علاوہ کچھ نہیں۔

اسی طرح پروفیسر ڈائریکٹر Lorraine Cruse لکھتے ہیں:

“The largest pagan religious cult which fostered the celebration of December 25 as a holiday throughout the Roman and Greek worlds was the pagan sun worship --Mithraism...This winter festival was called 'the Nativity' --the 'Nativity of the sun”[4]

ترجمہ:

”بت پرست رومی اور یونانی دنیا کی عام تعطیل کا سب سے بڑا تہوار 25 دسمبر کو سورج دیوتا کی پرستش کے طور پر منایا جاتا تھا۔ متھراس مت میں اسے سورج دیوتا کی پیدائش کے دن کے طور پر منایا جاتا تھا“

[1]Catholic Encyclopedia Vol 3 , p 724
2The New GoldenBough, page 360
3The New Golden Bough, page 705
4When the Wicked Beareth Rule - the People Mourn: Blue Print for One World Order By Lorraine Cruse : : Page 62

مسیحیت میں کرسمس کی ابتدا:

مسیحیت میں کرسمس کی ابتدا سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ موجودہ مسیحیت کوئی ایسا کامل مذہب نہیں جسے یسوع مسیح نے قلمبند کر کے حواریوں کو تھما دیا، بلکہ مسیحیت میں وقت کے ساتھ ساتھ ارتقا ہوتا رہا، حواریوں اور پولوس نے اپنی سوچ کے مطابق اس کی تبلیغ کی، رومی ریاست کے قبول مسیحیت کے بعد بہت سے غیر بائبلی عقائد مسیحیت میں شامل ہوتے گئے، اسی لیے ایک تاریخی اندازے کے مطابق پہلی کرسمس عہد روم میں مسیح کی پیدائش کے تقریباً تین سو سال بعد سن 336عیسوی میں منائی گئی۔[1]

اور رومی کلنڈر کے مطابق 25 دسمبر ہی نئے سورج کی پیدائش (solstice) کا دن تھا۔[2]

دوسری اور تیسری بعد از مسیح کے بشپ آئرنئیں اور طرطولین نے بھی کرسمس کو مقدس تہواروں کی فہرست میں شامل نہیں کیا۔[3]

اسی طرح بشپ اوریجن اور آرنوبیں نے مشرک اقوام کو سالگرہ منانے پر شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرسمس نامی تہوار اس دور میں بھی نہیں منایا جاتا تھا۔[4]

تاریخ مسیحیت کے اعتبار سے کرسمس کو الیکسنڈریا (Alexandria) کے متنازعہ عہد میں ہوا ملی، اس متنازعہ کے ختم ہونے کے بعد کرسمس کی اہمیت کم ہو گئی، سن 800ء میں شہنشاہ چارلس منین (Charlemagne) کی تاج پوشی کے لیے کرسمس کے دن کا انتخاب کیا گیا۔ سترویں صدی میں ملکہ الذبتھ (Elizabeth) کی پروٹسٹنٹ جماعت (Puritans) نے کرسمس پر شراب اور دیگر بد سلوکی کو فروغ ملنے کے باعث پابندی عائد کر دی[5]۔

1659 سے قبل پروٹسٹنٹ فرقہ نے ایک قانون پاس کروایا اس کے تحت کرسمس یا اس سے مشابہہ کوئی تہوار، اس دن چھٹی کرنا یا پارٹی کرنے پر پانچ شلنگ جرمانہ عائد کیا جائے گا، بہت سے امریکی جو کرسمس کو چھٹی کر لیتے تھے انہیں بھاری جرمانہ اور جیل بھیجا گیا[6]۔

---

[1] "Christmas and its cycle". New Catholic Encyclopedia. 3 (2nd ed.). Catholic University of America Press. 2002. pp. 550–557.

[2]Bradt, Hale, Astronomy Methods, (2004), p. 69.Roll, p. 87.

3 Martindale, Cyril Charles (1908). "Christmas". The Catholic Encyclopedia. 3. New York: Robert Appleton Company.

4McCracken, George, Arnobius of Sicca, the Case Against the Pagans, Volume 2, p. 83.

5Durston, Chris, "Lords of Misrule: The Puritan War on Christmas 1642–60" Archived March 10, 2007, at the Wayback Machine, History Today, December 1985, 35 (12) pp. 7 – 14.
Daniel Neal, The History of the Puritans (London, 1837; rpt. Minneapolis: Klock & Klock, 1979), Vol. 2, p. 458.

[6] Arizona Currents, December, 1968, p.5

"Christmas was once banned in Boston. The Puritans forbade the celebration of Christmas because it was a 'pagan feast.' Episcopalians were the first in Boston to observe the holiday. They were followed by increasing numbers of young people who raised 18th century eyebrows with 'frolics, a reveling feast and ball.' But it wasn't until 1856 that the legislature--recognizing a losing battle when it saw it--gave in and made Christmas a legal holiday[1]."

بوسٹن میں کرسمس کو' بین' کر دیا گیا۔ پیورٹین (پروٹسٹنٹ فرقہ) نے کرسمس کو 'مشرک تہوار' کے باعث اسے منانے سے منع کیا۔ بوسٹن میں چھٹی منانے والے سب سے پہلے اپی کو پولین تھے۔ اس کے بعد نوجوانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے ۱۸ویں صدی میں ' فارلیکس (مقامی تہوار)' کے طور پر اسے منانا شروع کیا۔ اور 1856 یونائٹڈ سٹیٹ کی سول وار کے بعد اسے قانونی تعطیل کی حثیت دے دی گئی

کرسمس کو 1660 میں انگلینڈ میں قانونی تعطیل کی حیثیت سے بحال کیا گیا، لیکن بہت سارے لوگوں کے ذہنوں میں یہ متنازع رہا۔ 19 ویں صدی کے اوائل میں، کرسمس کو دوبارہ واشنگٹن ارونگ، چارلس ڈکنز، اور دوسرے مصنفین نے چھٹی کے دن اپنے خاندان، بچوں سے حسن سلوک، تحفہ دینے اور سانٹا کلاز کے ساتھ منسوب کرنے پر زور دیا۔[2]

مشرقی کلیسیا یسوع کا جنم دن 6 جنوری کو منانے لگی۔ جبکہ آرتھوڈوکس اور کاپٹک مسیحی 7 جنوری کو۔[3]

الغرض کرسمس جو آج عام ہے یسوع کی پیدائش سے قبل مشرک اقوام میں بھی مقبول تھا۔ مصری بت پرست کھجور کے درخت جبکہ رومی بت پرست آگ کی عبادت کرتے تھے جو کہ نمرود کے مسیح ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا۔[4]

"Although there was no Christmas observance at this time, there were various pagan celebrations held in conjunction with the winter solstice. In Scandinavia, the great feast of Yule with all its various ceremonies, had celebrated the birth of the winter sun-god.[5]

---

[1] The Phoenix Gazette, December 22, 1967

2Rowell, Geoffrey, "Dickens and the Construction of Christmas", History Today, Volume: 43 Issue: 12, December 1993, pp. 17–24.

3Wainwright, Geoffrey; Westerfield Tucker, Karen Beth, eds. (2005). The Oxford History of Christian Worship. Oxford University Press. p. 65. ISBN 978-0-19-513886-3. Retrieved February 3, 2012. Wainwright, Geoffrey; Westerfield Tucker, Karen Beth, eds. (2005). The Oxford History of Christian Worship. Oxford University Press. p. 65. ISBN 978-0-19-513886-3. Retrieved February 3, 2012.

4The Two Babylons - Hislop, page 97

5[Ethel L. Urlin, Festivals, Holy Days, and Saints' Days (London, 1915; rpt. Detroit: Gale Research Co., 1979), p. 232.]

In the Latin countries there reigned Saturnalia, a cult of the god Saturn. The date December 25, coincided also with the birth of Attis, a Phrygian cult of the sun-god, introduced into Rome under the Empire. The popular feasts attached to the births of other sun-gods such as Mithras, were also invariably celebrated at the time of the winter solstice.[1]"

جبکہ بائبل میں اس تہوار کی نفی کرتے ہوئے لکھا ہے:

" اَے اِسرائیل کے گھرانے ! وہ کلام جو خداوند تم سے کرتا ہے سُنو۔ خداوند یُوں فرماتا ہے کہ تم دیگر اقوام کی روش نہ سیکھو اور آسمانی علامات سے ہراسان نہ ہو اگرچہ دِیگر اقوام اُن سے ہراسان ہوتی ہیں۔ کیونکہ اُنکے آئین بطالت ہیں چنانچہ کوئی جنگل میں کلہاڑی سے درخت کاٹتا ہے جو بڑھئی کے ہاتھ کا کام ہے۔ وہ اُسے چاندی اور سونے سے آراستہ کرتے ہیں اور اُس میں ہتھوڑوں سے میخیں لگا کر اُسے مضبوط کرتے ہیں تاکہ قائم رہے۔ وہ کھجور کی مانند مخروطی سُتون ہیں پر بولتے نہیں۔ اُنکو اُٹھا کر لے جانا پڑتا ہے کیونکہ وہ چل نہیں سکتے۔ اُن اُٹھا کر لے جانا پڑتا ہے کیونکہ وہ چل نہیں سکتے۔ اُن سے فائدہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اَے خداوند! تیرا کوئی نظیر نہیں۔ تو عظیم ہے اور قدرت کے سبب سے تیرا نام بُزرگ ہے۔ اَے قوموں کے بادشاہ! کون ہے جو تجھ سے نہ ڈرے ؟ یقیناً یہ تجھ ہی کو زیبا ہے کیونکہ قوموں کے سب حکیموں میں اُنکی تمام مملکتوں میں تیرا ہمتا کوئی نہیں۔ مگر وہ سب حیوان خصلت اور احمق ہیں۔ بُتوں کی تعلیم کیا۔ وہ تو لکڑی ہیں!۔ ترسیس سے چاندی کا پیٹا ہوا پتّر اور اُوفاز سے سونا آتا ہے جو کاریگر کی کاریگری اور سُنار کی دستکاری ہے۔ اُنکا لباس نیلا اور ارغوانی ہے اور یہ سب کچھ ماہر اُستادوں کی دستکاری ہے۔ لیکن خداوند سچّا خدا ہے۔ وہ زِندہ خدا اور ابدی بادشاہ ہے۔ اُسکے قہر سے زمین تھرتھراتی ہے اور قوموں میں اُسکے قہر کی تاب نہیں۔ تم اُن سے یُوں کہنا کہ یہ معبود جنہوں نے آسمان کے نیچے سے نیست ہو جائینگے۔ اُسی نے اپنی قدرت سے زمین کو بنایا۔ اُسی نے اپنی حکمت سے جان کو قائم کیا اور اپنی عقل سے آسمان کو تان دِیا ہے۔"[2]

مزید لکھا ہے:

" کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ یہوداہ کے شہروں میں اور یروشیلم کے کوچوں میں کیا کرتے ہیں ؟۔ بچے لکڑی جمع کرتے ہیں اور باپ آگ سلگاتے ہیں اور عورتیں آٹا گوندھتی ہیں تاکہ آسمان کی ملکہ کے لئے روٹیاں پکائیں اور یرمعبودوں کے لئے تپاون تپا کر مجھے غضبناک کریں[3]۔"

[1][Ethel L. Urlin, Festivals, Holy Days, and Saints' Days (London, 1915; rpt. Detroit: Gale Research Co., 1979), p. 232.]

[2] بائیبل عہد نامہ قدیم: یرمیاہ ۱۰:۱۔۱۲

[3] یرمیاہ: ۷:۱۸

لوسیفر شیطان کو لغات بائبل میں چمکتا ستارہ کہا گیا ہے جو اہل بابل کا سورج دیوتا ہے[1]

اور اسی کا دن کرسمس کہلاتا ہے جس کا پولوس رسول نے اپنے خط میں کس انداز سے رد کیا ہے ہم ملاحظہ فرماتے ہیں:

”کیُونکہ اَیسے لوگ جھُوٹے رَسُول اور دغابازی سے کام کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح کے رَسُولوں کے ہمشکل بنالیتے ہیں۔ اور کُچھ عجِیب نہیں کیُونکہ شَیطان بھی اپنے آپ کو نُورانی فرِشتہ کا ہمشکل بنالیتا ہے۔پَس اگر اُس کے خادِم بھی راستبازی کے خادِموں کے ہمشکل بن جائیں تو کُچھ بڑی بات نہیں لیکِن اُن کا انجام اُن کے کاموں کے مُوافِق ہو گا۔[2]“

یسوع کی تاریخ ولادت کا تجزیہ:

آج دسمبر 2020 یعنی یسوع ابن مریم کی ولادت کو کم و بیش دو ہزار بیس سال گزر چکے ہیں لیکن آج تک یہ معمہ حل نہیں ہو سکا کہ یسوع المسیح کی حقیقی تاریخ پیدائش کیا ہے، ہم صرف موجودہ عہد نامہ جدید کو ہی دیکھیں تو انجیل متی اور انجیل لوقا میں یسوع کی ولادت کا کچھ حال پیش کیا گیا ہے، لیکن اس کے ساتھ اگر اہل کلیسا کو دیکھیں تو یہ حال ان کے پیش کردہ حال سے مطابقت نہیں کھاتا۔

اس کا تجزیہ کرنے کے لیے ہم لوقا باب اول سے شروع کرتے ہیں:

” یہُودیہ کے بادشاہ ہیرودِیس کے زمانہ میں اِبیّاہ کے فرِیق میں سے زکریاہ نام ایک کاہن تھا اور اُس کی بیوی ہارُون کی اَولاد میں سے تھی اور اُس کا نام اِلیشبع تھا(۱:۵)۔۔۔جب وہ خُدا کے حضُور اپنے فرِیق کی باری پر کہانت کا کام انجام دیتا تھا تو اَیسا ہُوا(۱:۸)۔۔۔ پھر اَیسا ہُوا کہ جب اُس کی خِدمت کے دِن پُورے ہوگئے تو وہ اپنے گھر گیا۔

اِن دِنوں کے بعد اُس کی بیوی اِلیشبع حاملہ ہُوئی اور اُس نے پانچ مہینے تک اپنے تئیں یہ کہہ کر چھِپائے رکھّا(۱:۲۳۔۲۴) “

یہاں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ’ زکریاؑ‘ ، ابیاہ کی نسل کے کاہن تھے، جب خدا نے حضرت داودؑ کو کہانت کی تقسیم کا حکم دیا تو آپؑ نے ان قبائل کو 24 گروپوں میں تقسیم فرمادیا اور اس گروہ کے آٹھواں نمبر کا ہن ابیاہ کا تھا۔[3] اور عہد کے مطابق آپ کو سات دن کے لیے کہانت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے آنا پڑا[4]۔ جبکہ سال میں تین موقعے ایسے تھے جب تمام کاہنوں، لاویوں کو خدا کے گھر میں جمع ہونے کا حکم تھا

---

[1] یسعیاہ ۱۴:۱۲

[2] کرنتھیوں دوم ۱۱:۱۳۔۱۵

[3] موزونہ:۱ تواریخ باب ۲۴، باب ۲۸

[4] ۱تواریخ ۹:۲۵

اور وہ کہانت کا ایک ہفتہ ان تین موقعوں یعنی (بے خمیری روٹی کا عہد۔ ہفتوں کی عید۔ عید خیام [1]) کے بعد اسی ترتیب سے شروع ہو تا تھا جہاں سے اس سے قبل ختم ہوا ہو۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ زکریا کی کہانت کے جب دن پورے ہوئے تو اپنے گھر گئے اور تب اپنی بیوی الشبع کو حاملہ پایا[2]۔ یہودی کلنڈر کے پہلے مہینے ' نسان' کی ترتیب کے مطابق سال کے دسویں ہفتے میں کاہن زکریاہ کی باری آتی ہے کیونکہ اس قبیلہ سے قبل بے خمیری روٹی اور ہفتوں کی عید کا تہوار منایا جاچکا تھا جس میں تمام کاہنوں نے شرکت کی [3]۔ یعنی کہ زکریاہ کی کہانت تیسرے مہینے کے دوسرے سبت سے شروع ہوتی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے یہ ٹیبل ملاخطہ ہو:

	نسان (پہلا مہینہ) مارچ۔اپریل	لیار (دوسرا مہینہ) اپریل۔مئی	سیوان (تیسرا مہینہ) مئی۔جون
پہلا ہفتہ	1. یُہویریب	4. شعوریم	ہفتوں کی عید۔ تمام کاہن
دوسرا ہفتہ	2. یدعیاہ	5. ملکیاہ	**8. ابیاہ**
تیسرا ہفتہ	بے خمیری روٹی کی عید۔ تمام کاہن	6. میامین	9. یشوع
چوتھا ہفتہ	3. حارِم	7. ہقوض	10. سِکانیاہ

یوں زکریاؑ کی کہانت سیوان کے تیسرے سبت کو مکمل ہوئی، اور اسی ہفتہ کے دوران یوحناؑ کی والدہ کو حمل ٹھہر چکا تھا۔

یہاں یوحنا کی پیدائش کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوقا کی انجیل کے مطابق الشبع کے حمل کے چھٹے مہینے میں بی بی مریم کو روح القدس یسوع سے حمل کی بشارت دیتا ہے۔

---

[1] استثنا ۱۶:۱۶

[2] لوقا ۱:۲۳۔۲۴

[3] ۱۵۔۲۱ نسان، ۶ سیوان

" اِن دِنوں کے بعد اُس کی بِیوی اِلیشبع حامِلہ ہُوئی اور اُس نے پانچ مہِینے تک اپنے تئِیں یہ کہہ کر چھِپائے رکھّا کہ۔ جب خُداوند نے میری رُسوائی لوگوں میں سے دُور کرنے کے لِئے مُجھ پر نظر کی اُن دِنوں میں اُس نے میرے لِئے اَیسا کیا۔ چھٹے مہِینے میں جبرائیل فرِشتہ خُدا کی طرف سے گلِیل کے ایک شہر میں جِس کا نام ناصرۃ تھا ایک کُنواری کے پاس بھیجا گیا۔ جِس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یُوسُف نام سے ہُوئی تھی اور اُس کُنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرِشتہ نے اُس کے پاس اَندر آ کر کہا سَلام تُجھ کو جِس پر فضل ہُؤا ہے! خُداوند تیرے ساتھ ہے۔ وہ اِس کلام سے بہُت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کَیسا سَلام ہے۔ فرِشتہ نے اُس سے کہا اَے مریم! خَوف نہ کر کِیُونکہ خُداوند کی طرف سے تُجھ پر فضل ہُؤا ہے۔ اور دیکھ تُو حامِلہ ہو گی اور تیرے بَیٹا ہو گا۔ اُس کا نام یِسُوع رکھنا۔ "[1]

یعنی کہ سیوان (جون) سے آگے مرچشوان تک پانچ مہینے نومبر میں مکمل ہوتے ہیں[2]۔ واضع رہے کہ یہاں چھٹا مہینہ مقدسہ الشبع کے حمل کا ہے نہ کہ عبرانی کلنڈر کا چھٹا مہینہ[3]۔ اس کی مزید دلیل فقرہ ۳۶ سے بھی ہوتی ہے

" اور دیکھ تیری رِشتہ دار اِلیشبع کے بھی بُڑھاپے میں بَیٹا ہونے والا ہے اور اَب اُس کو جو بانجھ کہلاتی تھی چھٹا مہِینہ ہے[4]۔" "اور مریم تین مہِینے کے قرِیب اُس کے ساتھ رہ کر اپنے گھر لَوٹ گئی۔ اور اِلیشبع کے وضعِ حمل کا وقت آ پہُنچا اور اُس کے بَیٹا ہُؤا[5]۔"

یعنی مقدسہ الیشبع کے 6 اور مقدسہ مریم کے 3 مہینے یہودی کلنڈر کے آٹھویں یا نوویں ماہ چشوان اور کسلیو (نومبر۔ دسمبر) میں مکمل ہوتے ہیں جس حساب سے یسوع کا مریم کے حمل کے تین ماہ بعد دسمبر میں پیدا ہونا ناممکن ہے۔ جبکہ چشوان سے 'تاموز' یا' ایو' (جون۔ جولائی۔ اگست) میں یسوع کی پیدائش یقینی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے اگر یسوع دسمبر میں پیدا نہیں ہوئے تو پھر ۲۵ دسمبر کو کون پیدا ہوا؟ دوسرے الفاظ میں موجودہ مسیحی کس کی سالگرہ مناتے ہیں؟ تو اسکا جواب شروع میں ہی کلیسا نے دے دیا تھا:

" اس کی حقیقی پیدائش ۲۵ دسمبر نہیں تھی۔ تب کیوں ہم ۲۵ دسمبر کے اس سرد دن کو کرسمس مناتے ہیں؟ یہ تھا کیونکہ چوتھی صدی کے وسط سے، مغربی کلیسیا نے ۲۵ دسمبر کا یہ دن یسوع کی پیدائش کے طور پر سورج کے دیوتا کی بت پرستی کو روکنے کے لیے مقرر کیا۔ لیکن یہ دن حقیقتا سورج کے دیوتا کی پرستش کا دن تھا۔ اس بت پرستی کے تہوار میں شریک ہونے سے روکنے اور مسیحیوں کے ایمان کی آمیزش کو ختم کرنے کا

---

[1] لوقا۱:۲۴۔۳۱

[2] For Hebrew Calendar : https://en.wikipedia.org/wiki/Hebrew_calendar

[3] اطلاقی تفسیر برائے عہد نامہ جدید شالوم منسٹری صفحہ ۳۳۵

[4] لوقا۱:۳۶

[5] لوقا۱:۵۶۔۵۷

ارادہ کرتے ہوئے، بت پرست کے تہوار کے اس دن کو یسوع کی پیدائش کے طور پر مشہور کیا گیا۔ یہ اس قسم کی حکمت عملی تھی جو آگ کے ساتھ آگ سے لڑنے کی مانند تھی۔ ہم ٹھیک طور پر یقین نہیں ہیں کب یسوع کی پیدائش کا دن ہے۔ [1]

اسی طرح کی بات پوپ بینڈیکٹ نے اپنی کتاب میں لکھی ہے، جس سے متعلق خبریں شائع ہو چکی ہیں کہ "حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے بارے میں جو مشہور ہے کہ وہ 25 دسمبر کو پیدا ہوئے یہ غیر صحیح ہے اور موجودہ کیلنڈر بھی اپنی تقویم اور تاریخی تعین کے لحاظ سے صحیح نہیں"۔ [2]

اس موضوع پر مزید دلائل بھی دیے جا سکتے ہیں لیکن اس مضمون کا اختتام ہم لوگوس اپوسٹک چرچ کے اس بیان سے کرتے ہیں:

یہ سب جانتے ہیں کہ کرسمس مشرکین کے تھوار سے ملتا جُلتا ہے، خاصکر رومن سیچرنیلیا Roman Saturnalia جو کہ سورج کو ماننے والوں کا سورج کی دوبارہ پیدائش پر منایا جاتا ہے اور اِسی دن ہوتا ہے یہ تقریباً سب انسائیکلو پیڈیا میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کسی بھی مسیحی تہوار کا دن کسی مشرکین کے تہوار سے ملتا جُلتا چُننا بائبل کی تعلیم کے بالکل برعکس ہے۔

۲ کرنتھیوں 6:14-18 : بے اِیمانوں کے ساتھ ناہموار جُوئے میں نہ جُتو کیُونکہ راستبازی اور بے دِینی میں کیا میل جول؟ یا روشنی اور تارِیکی میں کیا شراکت؟ مسیح کو بلیعال کے ساتھ کیا مُوافقت؟ یا اِیماندار کا بے اِیمان سے کیا واسطہ؟ اور خُدا کے مَقدِس کو بُتوں سے کیا مُناسبت ہے؟ کیُونکہ ہم زِندہ خُدا کا مَقدِس ہیں۔ چُنانچہ خُدا نے فرمایا ہے کہ مَیں اُن میں بسُوں گا اور اُن میں چلُوں پھرُوں گا اور مَیں اُن کا خُدا ہُوں گا اور وہ میری اُمّت ہوں گے۔

اِس واسطے خُداوند فرماتا ہے کہ اُن میں سے نِکل کر الگ رہو اور ناپاک چِیز کو نہ چھُوؤ تو مَیں تُم کو قبُول کر لُوں گا۔ اور تُمہارا باپ ہُوں گا اور تُم میرے بَیٹے بیٹِیاں ہوگے۔ یہ خُداوند قادِرِ مُطلَق کا قَول ہے۔

افسیوں 5:11۔ اور تارِیکی کے بے پھَل کاموں میں شریک نہ ہو بلکہ اُن پر ملامت ہی کِیا کرو۔

۱ تھِسلُنیکیوں 5:22۔ ہر قِسم کی بدی سے بچے رہو۔

مزید لکھتے ہیں: کرسمس یسوع کی پیدائش کا دن نہیں ہے۔ اگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہے تو ہم دھوکہ کھاتے ہیں اور اگر ہم ظاہر کریں کہ یہ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نہیں ہے تو ہم ریاکار ہیں۔ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ اسے منائیں اِسے منائیں، مانیں یا اِس سے کوئی بھی واسطہ رکھیں، اور اگر ہم مناتے ہیں تو ہم خُدا کے کلام کو بڑھا رہے ہیں اور انسانوں کی روایات کو مان رہے ہیں جو کہ واضح طور پر شیطان سے اثر یافتہ ہیں۔ [3]

---

[1] مسیح کے بنیادی اصول۔ اردو۔ صفحہ ۵۴۔ ریونڈ پال سی جونگ۔ پبلش کوریا

2 Jesus of Nazareth: The Infancy Narratives

[3] مُصنف: پاسٹر روئے پیج، لوگوس اپاسٹلک چرچ آف گوڈ، انگلینڈ، یو۔کے۔
مترجم: مرقس یونس، لوگوس اپاسٹلک چرچ آف گوڈ، پاکستان
Roy Page, Logos Apostolic Church of God, England, UK
Translator: Marcus Younas, Logos Apostolic Church of God, Pakistan

[1]

ہر سال ۲۵ دسمبر کو مسیحی مذہب کے پیروکار کرسمس مناتے ہیں جو ان میں سے اکثر کے بقول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ ولادت ہے۔ چنانچہ مسیحیوں کے مذہبی حلقے اسے "عید میلاد المسیح" کا نام دیتے ہیں جبکہ عمومی مسیحی حلقے اسے ایک قومی دن کے طور پر پوری دنیا میں جوش و خروش کے ساتھ مناتے ہیں۔ پاکستان میں بھی یہ دن بھرپور انداز میں منایا جاتا ہے اور مسیحی مذہب کے پیروکار مختلف تقریبات اور پروگراموں کے ذریعے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس حوالے سے آج ہم سیدنا حضرت عیسیٰؑ کی ذات بابرکات کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا اسلامی تعلیمات کے حوالے سے اظہار کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے قرآن و حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں بیسیوں مقامات پر بکھرے ہوئے تذکروں میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے۔

سیدنا حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں، ان کی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ پاک باز خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت سے معجزے کے طور پر بغیر باپ کے پیدا کیا اور نبوت اور رسالت سے نوازا۔ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے، انہیں چار بڑی آسمانی کتابوں میں سے ایک کتاب انجیل دی گئی۔ یہودیوں نے دشمنی میں انہیں قتل کرنا چاہا مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ انہیں ابھی تک موت نہیں آئی اور نہ وہ سولی پر چڑھائے گئے بلکہ وہ اسی دنیوی حیات کے ساتھ آسمانوں پر موجود ہیں، قیامت سے پہلے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے، دجال اکبر کا مقابلہ کر کے اسے شکست دیں گے اور اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے۔ مسلمانوں کے اس وقت کے امیر حضرت امام مہدی کے ساتھ مل کر دنیا میں پھر سے آسمانی تعلیمات کی حکمرانی، جسے مسلمانوں کی اصطلاح میں خلافت کہا جاتا ہے، قائم کریں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کچھ عرصہ حیات رہیں گے، ان کی شادی ہو گی، بچے ہوں گے اور پھر وہ وفات پائیں گے جس کے بعد انہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں سپرد خاک کر دیا جائے گا جہاں آنحضرتؐ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی تین قبروں کے ساتھ ایک قبر کی خالی جگہ موجود ہے اور اسے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کے لیے مخصوص رکھا گیا ہے۔

---

[1] مولانا زاہد الراشدی: روزنامہ پاکستان، لاہور: ۴و۵ جنوری ۲۰۰۸ء

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ موجود ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

سورہ البقرہ کی آیت ۸۷ اور آیت ۲۵۳ میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو کتاب (توراۃ) دی اور ان کے بعد لگاتار نبی بھیجے اور حضرت عیسیٰؑ کو ہم نے کھلے معجزات دیے اور روح القدس کے ساتھ ان کی مدد کی۔

سورہ آل عمران کی آیت ۳۵ تا آیت ۶۰ میں حضرت مریمؑ کی ولادت و پرورش اور پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی ولادت و نبوت کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: حضرت مریمؑ کی والدہ محترمہ نے نذر مانی کے اے اللہ! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کرتی ہوں۔ مگر جب بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی (مریم) تھی، ان کی والدہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ تو بچی ہے میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی اولاد کو بھی مردود شیطان کے شر سے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نذر قبول کر لی اور اسے اچھی پرورش کے ساتھ بڑھایا جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بچی کی کفالت کا۔

فرشتوں نے حضرت مریمؑ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے چن لیا اور پاکیزگی بخشی ہے اور تجھے جہانوں کی عورتوں میں سے چنا ہے اس لیے تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے لیے رکوع اور سجدہ کرو۔ پھر فرشتوں نے حضرت مریمؑ کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے کلمہ کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام مسیح اور عیسیٰ بن مریم ہو گا، وہ دنیا و آخرت میں باوقار ہو گا، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہو گا، ماں کی گود میں اور پختہ عمر میں یکساں کلام کرے گا اور نیکوکاروں میں سے ہو گا۔ حضرت مریمؑ نے کہا کہ مجھے تو ابھی تک کسی مرد نے چھوا تک نہیں، میرا بیٹا کیسے پیدا ہو گا؟ فرشتوں نے کہا کہ اسی کیفیت میں ہو گا، اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب و حکمت اور توراۃ و انجیل کی تعلیم دے گا اور اسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنائے گا۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں، میں مٹی سے پرندے کا مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے، میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست بنا دیتا ہوں، میں مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں، جو کھانا تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو میں اس کی تمہیں خبر دے سکتا ہوں، میں اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں، بعض چیزیں جو تم پر پہلے حرام کی گئی تھیں انہیں حلال کرنے آیا ہوں اور تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانی لایا ہوں۔ اس لیے تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، بس اسی کی عبادت کرو کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے۔

جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کی طرف سے جھٹلائے جانے کا خطرہ محسوس کیا تو کہا کہ اللہ کی راہ میں میرے مددگار کون ہیں؟ ان کے حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے اللہ! ہم آپ کے اتارے ہوئے

احکام پر ایمان لاتے ہیں اور ہم نے آپ کے رسول (حضرت عیسیٰؑ) کی پیروی اختیار کی ہے اس لیے ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں شمار فرما۔
جبکہ حضرت عیسیٰؑ کے منکروں نے تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والے ہیں۔
جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ میں تجھے وصول کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور تجھے کافروں سے نجات دینے والا ہوں اور تیرے پیروکاروں کو قیامت تک تیرے دشمنوں پر غلبہ دینے والا ہوں۔
بے شک حضرت عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی طرح ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور پھر فرمایا کہ ہو جا تو وہ (ایک زندہ انسان) ہو گیا۔ یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے، بس ہر گز تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔
سورہ النساء کی آیت ۱۵۵ تا ۱۵۹ میں اللہ تعالیٰ نے یہود بنی اسرائیل کے دلوں پر کفر کی مہر لگا دینے کے اسباب بیان کرتے ہوئے ایک سبب یہ بھی ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کا انکار کر دیا اور حضرت مریمؑ پر (حضرت عیسیٰؑ کی بغیر باپ ولادت کے حوالے سے) بہتان عظیم باندھ دیا اور یہ کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰؑ بن مریمؑ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ سولی پر لٹکایا بلکہ وہ شبہہ میں ڈال دیے گئے اور جس بات میں وہ اختلاف کرتے ہیں وہ شک کی بنیاد پر کرتے ہیں، ان کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم نہیں اور وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا تھا اور الہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں کوئی بھی نہیں ہے مگر وہ سب حضرت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔
سورہ النساء کی آیت ۱۷۲ میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی اس بات سے عار محسوس نہیں کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور نہ ہی اس بات سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے عار محسوس کرتے ہیں۔ اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی سے عار محسوس کرتا ہے اور تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔
سورہ المائدہ کی آیت ۱۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کفر اختیار کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح بن مریمؑ ہی خدا ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ، ان کی والدہ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو موت دے دیں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے؟
سورہ المائدہ کی آیت ۴۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کے بعد ان کے نقش قدم پر عیسیٰؑ بن مریمؑ کو بھیجا، وہ اس سے پہلے کی کتاب توراۃ کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ توراۃ کی تصدیق کرتی تھی اور متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔
سورہ المائدہ کی آیت ۷۲ تا ۷۵ میں ارشاد خداوندی ہے کہ ان لوگوں نے کفر اختیار کیا جنہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ ہی خداوند ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور بے شک جس نے اس کے ساتھ

شرک کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ اور ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے تو انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ حضرت عیسیٰؑ صرف اللہ تعالیٰ کے رسول تھے ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے اور ان کی والدہ (حضرت مریمؑ) سچی خاتون تھیں اور وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔
سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۷۸ تا ۸۰ میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر (ان کے ذریعے) لعنت کی گئی اس لیے کہ وہ نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تھے، وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے جس کا وہ ارتکاب کرتے تھے اور کافروں کے ساتھ دوستی کیا کرتے تھے۔

سورہ المائدہ کی آیت ۱۰۹ تا ۱۱۸ میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہیں کہ میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں، جب روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) کے ساتھ تمہاری مدد کی، جب تم ماں کی گود میں اور پختہ عمر میں یکساں کلام کرتے تھے، جب میں نے تمہیں کتاب و حکمت اور توراۃ وانجیل کی تعلیم دی، جب تم مٹی سے پرندوں کے مجسمے بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتے تھے، تم اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست بنا دیا کرتے تھے، جب تم قبروں سے مردوں کو زندہ اٹھا لیا کرتے تھے، جب میں نے بنی اسرائیل کو تمہیں نقصان پہنچانے سے روک دیا، جب تم ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تھے اور انہوں نے انہیں جھٹلاتے ہوئے کہا تھا کہ یہ تو کھلا جادو ہے، جب میں نے حواریوں سے کہا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو وہ ایمان لے آئے، جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰؑ بن مریم کیا آپ کا رب اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (تیار کھانے کا) دستر خوان اتارے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ حواریوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم (آسمانی کھانا) کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہم پر آسمان سے دستر خوان اتار دے، وہ ہمارے لیے عید کا دن ہو گا اور ہمارے بعد والوں کے لیے بھی عید ہو گی اور تیری قدرت کی نشانی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر دستر خوان اتارنے والا ہوں لیکن اس کے بعد جس نے کفر کیا اسے ایسا عذاب دوں گا کہ سارے جہانوں میں ایسا عذاب کسی اور کو نہیں دوں گا۔

سورہ المائدہ کی انہی آیات کے مطابق یہ نعمتیں یاد دلا کر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے قیامت کے دن پوچھیں گے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا خدا بنا لینا؟ حضرت عیسیٰؑ جواب دیں گے کہ اے اللہ تیری ذات ان باتوں سے پاک ہے، مجھے ایسی بات کہنے کا کوئی حق ہی نہیں تھا اور اگر یہ بات میں نے کہی ہوتی تو آپ کے علم میں ہوتی، میں نے تو انہیں وہی کہا تھا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

سورہ التوبہ آیت ۲۹و۳۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہود نے کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کی خود ساختہ باتیں ہیں اور وہ پہلے کافروں کی طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنا رکھا ہے اور عیسیٰ بن مریمؑ کو بھی خدا بنا لیا ہے۔ حالانکہ انہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جو ایک ہی خدا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

سورہ مریم آیت ۱۶تا۴۰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ جب حضرت مریمؑ اپنے گھر والوں سے مشرقی جگہ میں الگ ہو کر اوٹ میں ہو گئیں تو ہم نے روح القدس کو بھیجا جس نے ایک کامل انسان کی شکل اختیار کر لی۔ حضرت مریمؑ نے اسے دیکھتے ہی کہا کہ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا خوفی رکھنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔ حضرت مریمؑ نے کہا کہ میرا لڑکا کہاں سے ہو گا جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار عورت بھی نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ اسی کیفیت میں ہو گا، تیرا رب کہتا ہے کہ یہ بات میرے لیے آسان ہے اور میں اس لڑکے کو اپنی قدرت کی نشانی بناؤں گا اور وہ رحمت ہو گا اور یہ بات تو طے شدہ ہے۔ پس وہ حاملہ ہوئی اور اسے لے کر الگ دور جگہ میں چلی گئی، جب اسے درد زہ ایک کھجور کے تنے کے پاس لے گیا تو اس نے (بدنامی کے خوف سے) کہا کہ اے کاش! میں اس سے قبل مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔ فرشتے نے نیچے سے آواز دی کہ گھبراؤ نہیں تمہارے رب نے تمہارے قدموں میں پانی کا چشمہ نکال دیا ہے اور کھجور کے تنے کو حرکت دو تم پر تروتازہ کھجوریں گریں گی، پس کھاؤ، پیو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔ اور اگر کسی انسان کو دیکھو تو اسے بتاؤ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کلام نہ کرنے کا روزہ رکھا ہوا ہے اس لیے آج کا دن میں کسی سے کلام نہیں کروں گی۔ پس وہ اپنے بچے کو لے کر قوم کے پاس آئی، وہ اسے اٹھائے ہوئے تھی، لوگوں نے کہا کہ اے مریمؑ! تم تو یہ بہت بری چیز لے آئی ہو، نہ تو تمہارا باپ برا شخص تھا اور نہ ہی تمہاری ماں بدکار تھی۔

حضرت مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اسی سے پوچھو۔ انہوں نے کہا کہ گود کے بچے سے ہم کیسے کلام کریں؟ اس پر حضرت عیسیٰؑ (ماں کی گود میں) بول پڑے کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے، مجھے برکت والا بنایا ہے، میں جہاں بھی ہوں مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے، مجھے اپنی ماں کے لیے فرمانبردار بنایا ہے اور تند خو اور بدنصیب نہیں بنایا، مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

یہ تفصیل بیان کر کے اللہ تعالیٰ ان آیات میں یہ فیصلہ سناتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریمؑ یہی ہیں، یہی حق ہے جس کے بارے میں یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، اس کی ذات پاک ہے، وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے (یعنی اس کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں)۔

سورہ المومنون آیت ۵۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ محترمہ کو اپنی خاص قدرت کی نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک بلند ٹیلے پر پناہ دی جو قرار گاہ اور چشمے والی تھی۔

سورہ الزخرف آیت ۶۰ میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں، اس بات میں ہر گز شک میں نہ پڑنا اور میری پیروی کرنا یہی صراط مستقیم ہے۔

سورہ الصف آیت ۶ میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کتاب توراۃ ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد آنے والے نبی کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمدؐ ہو گا۔

یہ ایک خلاصہ ہے جو قران کریم کے بیسیوں مقامات میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے تذکروں میں سے ہم نے پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سینکڑوں ارشادات میں سے بھی کچھ کا تذکرہ کیا جائے جو پیغمبر آخر الزمانؐ نے اس مقدس ماں اور اس کے مقدس بیٹے کے بارے میں فرمائے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ البتہ ضرور تم میں ابن مریمؑ نازل ہوں گے حاکم اور عادل بن کر۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال کو اتنا عام کریں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہیں ہو گا اور یہ اس وقت ہو گا جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک سجدہ دنیا اور اس کی ساری دولت سے بہتر ہو گا۔

مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ حق پر لڑتا رہے گا اور قیامت تک وہ گروہ غالب رہے گا (کہ اسے حق سے کوئی ہٹا نہیں سکے گا)۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے، مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ حضرت تشریف لائیے اور ہمیں نماز پڑھا دیجئے، وہ فرمائیں گے کہ تم آپس میں ہی ایک دوسرے کے امام ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کا اعزاز ہے۔

مسلم شریف میں حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرمؐ نے قیامت سے قبل امت مسلمہ کی زبوں حالی کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریمؑ کو بھیج دے گا اور لوگ دمشق کے مشرقی جانب عیسیٰؑ کو موجود پائیں گے۔

ابو داؤد طیاسی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، مال کو پانی کی طرح بہائیں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دور میں اسلام کے سوا باقی سارے دینوں کو مٹا دیں گے۔ جھوٹے مسیح دجال کو ہلاک کر دیں گے، زمین میں امن قائم ہو جائے گا حتیٰ کہ شیر اونٹ کے ساتھ، چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکریوں کے ساتھ پانی پیے گا اور بچے سانپوں کے

ساتھ کھیلیں گے اور کوئی کسی کو نہیں کاٹے گا۔ حضرت عیسیٰؑ زمین پر چالیس سال تک رہیں گے پھر ان کی وفات ہو گی، مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے حضرت عیسیٰؑ فج الروحاء کے مقام سے (مدینہ منورہ سے چھ میل دور ایک جگہ کا نام ہے) حج یا عمرے کا یا دونوں کا احرام باندھیں گے۔ جبکہ مستدرک حاکم کی روایت میں حضرت ابوہریرۃؓ یہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ پھر حضرت عیسیٰؑ میری قبر پر آکر مجھے سلام کہیں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے قبیلہ جزام کے لوگوں سے، جو قبیلہ ازد کی شاخ ہے، فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ تمہارے خاندان کی ایک خاتون سے شادی کریں گے اور شادی کے بعد انیس سال زندہ رہیں گے۔ جبکہ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی کتاب ''التصریح'' میں علامہ سفارینیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس خاتون سے حضرت عیسیٰؑ کے دو بیٹے ہوں گے، وہ ایک کا نام موسیٰ اور دوسرے کا نام محمد رکھیں گے۔

امام نور الدین الہیثمیؒ مسند بزار کے حوالے سے راویوں کی توثیق کے ساتھ حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہوں گے اور لوگوں کی امامت کریں گے۔ محدثینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ پہلی نماز اس امت کے امام کے پیچھے پڑھیں گے جبکہ اس کے بعد وہ نمازوں کی امامت بھی فرمائیں گے اور امت کی قیادت بھی کریں گے۔

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں دنیا اور آخرت دونوں جگہ حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ قریب ہوں۔ اس لیے ہم مسلمانوں کا تعلق اور عقیدت بھی حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ باقی سب سے زیادہ ہے اور ان کا ادب و احترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ البتہ ہمارے نزدیک عقیدت، ادب اور احترام کا حقیقی اظہار کوئی دن منا لینے سے زیادہ ان کی اطاعت اور پیروی میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے، آمین یارب العالمین۔

کیا یہ سوال واقعی پوچھنے لائق ہے؟ جبکہ ہم اکیسویں صدی میں رہ رہے ہیں

کیا سب کے سب سائینسدان جھوٹ بول رہے ہیں جو زمین کو ساکن نہیں مانتے؟

کیا بس ان مولیوں کو ہی سچ معلوم ہے؟

اس طرح کے کتنے ہی جملے پچھلے دنوں سوشل میڈیا پر گردش کرتے ہوئے آپ نے بھی دیکھے ہونگے جن میں ان لوگوں کا خوب خوب مذاق اڑایا جارہا تھا جو زمین کو ساکن مانتے ہیں. حالانکہ جس ویڈیو کی وجہ سے یہ سارا معاملہ شروع ہوا اس میں ایک اور بات بھی بیان کی گئ تھی کہ امام احمد رضا خان صاحب نے زمین کے ساکن ہونے پر دلائل بھی دیے ہیں. لیکن کوئی بھی ان دلائل کو پڑھنے یا سمجھنے کے لیے تیار نہیں اور ہو بھی کیسے کہ ان کی کتاب اتنی ثقیل اردو میں ہے کہ اس نسل میں سے شاید ایک فیصد لوگ بھی بامشکل ان کی اس موضوع پر کتاب "فوز مبین" کو سمجھ سکیں. دراصل ہمارے اذہان کو مختلف ذرائع جیسے کہ میڈیا اور اسکولوں کے ذریعے اس طرح برین واش کر دیا گیا ہے کہ اب ہم جب بھی ایسی کوئی بات سنتے ہیں جو مین اسٹریم میڈیا کے موقف سے متضاد ہو یا اسکول میں پڑھائ جانے والی باتوں کے خلاف ہو تو ہمیں ہنسی آنے لگتی ہے اس پر جب میں نے وہ ویڈیو دیکھی تو دلی خوشی ہوئ کہ کوئی تو ہے جو میڈیا پر یہ بات کھل کر واضح کر رہا ہے. گو کہ حاجی عمران عطاری کا تعلق بریلوی مسلک سے ہے اور میں بریلوی نہیں ہوں یہ پہلے واضح کر دوں کیوں کہ جب سوشل میڈیا پر میں نے ان کا دفاع کیا تو لوگوں نے بجائے کوئی دلیل دینے کے الٹا مشورے دینے شروع کر دیے کہ جاؤ جاکر مدرسہ میں داخلہ لو، تم لوگوں نے تو اپنے اعلیٰ حضرت کی ہی حمایت کرنی ہے، تم سائنس کیوں پڑھ رہی ہو، مسلمانوں کو بدنام کروارہے ہو تم لوگ اور اسی طرح کے بے شمار جملے. حالانکہ میں امام احمد رضا خان کے بارے میں جانتی تک نہیں تھی جب تک زمین کے ساکن ہونے پر خود تحقیق نہیں کی تھی اور اسی تحقیق کے دوران مجھے ان کے بارے میں علم ہوا تو باوجود مسلکی اختلاف کے مجھے خوشی ہوئ کہ کوئی تو تھا اس زمانے میں جو ایسی گھمبیر علمی ناانصافیوں کے لیے آواز اٹھاتا تھا. پہلے تو مخالفین مجھے

---

[1] طیبہ فاطمہ: بی اسی سی کمسٹری

بریلوی اور مدرسہ کی طالبہ سمجھ کر ہی بات کرتے لیکن میرے واضح کرنے پر کہ میں جامعہ کراچی سے بیچلرز کر رہی ہوں کیمسٹری میں، انہیں حیرت ہوتی اور پھر انہیں لگتا کہ میں سائنس کو بدنام کر رہی ہوں یا میری ڈگری جعلی ہے. مجھے جب دو سال پہلے اس بارے میں علم ہوا تھا تو میری اپنی یہی حالت تھی کہ ہنستی تھی ایسے افراد پر جو سائینسدانوں کو جھٹلا کر اس نظریہ پر ایمان رکھتے ہیں جو کہ برسوں پہلے رد کر دیا گیا. لیکن جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ میں غلط تھی اور حقیقت تو یہی ہے کہ زمین ساکن ہے. اپنے بارے میں مختصر تعارف کا مقصد یہی تھا کہ ہمارے ہاں اس فارمولے کو نہیں مانا جاتا کہ کیا جا رہا ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون کہہ رہا ہے اور اسی وجہ سے اکثریت ہر دلیل بتانے کے باوجود صرف اس لیے نہیں مانتی کہ مخالف فریق کسی خاص گروہ یا مسلک سے تعلق رکھتا ہے تو وہ اسی کی حمایت کرے گا. اس لیے اس پر بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں. وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا مخالف تعصب پرستی کر رہا ہے جبکہ وہ خود اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں. مجھے روز ہی اس طرح کے رویوں کا سامنا رہتا ہے اور اسی لیے میں نے سوچا کہ پہلے واضح کر دوں. ایسا نہ ہو کہ پوری تحریر پڑھنے کے بعد کوئی صرف یہ سوچ کر اسے ردی کی نذر کر دے کہ یہ تو کسی مولویانی کی لکھی ہوئی ہے.

اس موضوع پر سوشل میڈیا میں دائیں اور بائیں بازو دونوں کی طرف سے مختلف رویے دیکھنے کو ملے. اس ضمن میں ایسے افراد جو سائنس کو مذہب سے بالاتر مانتے ہیں، انہوں نے تو زیادہ تر تضحیک کی اور اکا دکا کسی نے دلائل کے نام پر جو رٹی رٹائی باتیں کہیں ان کا جواب دینے پر وہ دوبارہ تضحیک پر ہی اتر آئے. البتہ جو ذہنی طور پر سائنس کے غلام تو ہیں مگر مذہب کو بھی اس کے تابع چلانا چاہتے ہیں انہوں نے قرآن سے حوالے دینے شروع کر دیے کہ قرآن میں زمین کے گھومنے کا تصور موجود ہے حالانکہ وہ جو بھی آیت پیش کرتے وہ آیت واضح طور پر زمین کی حرکت کا انکار کرتی نظر آتی مگر ان کی تاویلات کے مطابق اسی سے زمین کی حرکت واضح ہوتی ہے. میں آپ کے سامنے وہ آیات رکھتی ہوں اور فیصلہ آپ پر چھوڑتی ہوں کہ آپ خود ان آیات کو مکمل غیر جانب داری سے پڑھ کر دیکھیں کہ آپ کا ضمیر ان سے کیا نتیجہ نکالتا ہے.

(نوٹ: تراجم تمام کے تمام محمد جوناگڑھی کے ہیں اور تفاسیر کے بارے میں ساتھ ساتھ حوالہ دیتی رہوں گی. میں چونکہ خود کوئی عالمہ نہیں ہوں اس لیے اپنی کوئی بھی بات قرآن کے ترجمہ یا تفسیر میں شامل نہیں کر رہی بلکہ میرا بیان آپ ترجمہ اور تفسیر سے جدا پائیں گے جو کہ آیت اور اس کے ترجمہ کو پڑھنے کے فوراً بعد جو کچھ بھی میرے ذہن میں آیا اسے بتا رہا ہو گا اور یہ اس لیے بھی کیا میں نے کہ آپ لوگوں کو بھی مشق ہو اس کام کی کہ ہر آیت کو پڑھنے کے بعد اس کے واضح معنی پر بذات خود غور کرنے کی عادت ڈالیں کہ آیت کہہ کیا رہی ہے اصل میں)

قاری کی آسانی کی خاطر میں اس تحریر کے دو حصے بنا رہی ہوں. پہلا حصہ قران و حدیث سے دلائل پر مشتمل ہو گا اور دوسرا سائینسی دلائل اور تجربات پر تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے.

پہلا حصہ:

قرآن و حدیث سے زمین کے ساکن ہونے پر دلائل

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ[1]

ترجمہ " : اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے ہیں تاکہ تمہیں لے کر ہلے نہ، اور نہریں اور راہیں بنا دیں تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو".

میرا بیان:

یہ آیت واضح طور پر زمین پر پہاڑوں کے گاڑے جانے کا مقصد بتا رہی ہے کہ پہاڑ اس لیے گاڑے گئے کہ ہم جو اس زمین پر رہ رہے ہیں تو یہ زمین ہمیں لے کر ہلے نہ اور اس میں کہیں بھی کسی خاص قسم کی حرکت کے بارے میں نہیں بتایا گیا جیسا کہ کئی زمین کو متحرک ماننے والے مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ نے یہاں اضطرابی حرکت کی نفی نہیں کی بلکہ جیسا ہمیں لگتا ہے ویسا بتایا. اگر تو ایسی کوئی بات ہوتی تو اللہ خود واضح کر دیتا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہی کم از کم ایسی کوئی بات ہم تک پہنچتی. لیکن اگر اس آیت کی یہ تاویل دنیا میں زمین کو گھمانے کا تصور لانے کے بعد گھڑی گئی ہے تو اس کا مطلب اس میں بالکل بھی سچائی نہیں. اور یہ تاویل گھڑنے والے سائنسدانوں کے ذہنی غلام ہیں. اس آیت کی تفسیر بہت کم لوگ دیکھنے یا سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں. میں تفسیر کے ذریعے اس کا اصل مطلب جو کہ یوں بھی واضح ہی ہے پر تھوڑی تفصیل سے سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں[2].

جب زمین کو شروع میں سمندر پر بچھایا گیا تو وہ ڈگمگاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے اس کو جما دیا ہے۔ جدید سائنس کے مطابق اب بھی بڑے بڑے برا اعظم سمندر کے پانی پر تھوڑے تھوڑے سرکتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ سرکنا اتنا معمولی ہوتا ہے کہ انسان کو احساس نہیں ہوتا۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ[3]

ترجمہ:

کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنا دی کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں.

میرا بیان:

قرار گاہ کے لفظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ہماری زمین ایک ایسی جگہ ہے جسے قرار و سکون ہے اور یہ بالکل بھی حرکت نہیں کر رہی. حرکت کا شائبہ تک نہیں ہے آیت میں.

---

[1] القرآن- سورۃ نمبر 16 النحل آیت نمبر 15

[2] تفسیر تقی عثمانی، سورۃ نمبر 16 النحل آیت نمبر 15

[3] القرآن- سورۃ نمبر 27 النمل آیت نمبر 61

تفسیر: کائنات کے مظاہر اللہ تعالیٰ کی صداقت:

زمین کو اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنایا تاکہ دنیا آرام سے اپنی زندگی بسر کر سکے اور اس پھیلے ہوئے فرش پر راحت پا سکے۔ جیسے اور آیت میں ہے آیت (اللہ الذی جعل لکم الأرض قرارا الخ)، اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی ساکن بنایا اور آسمان کو چھت بنایا۔ اس نے زمین پر پانی کے دریا بہادیئے جو ادھر ادھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تاکہ زمین سے کھیت باغ وغیرہ اگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لئے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑھ دیں تاکہ وہ تمہیں متزلزل نہ کر سکے ٹھہری رہے۔ اسکی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے اور دوسرا میٹھا ہے۔ دونوں بہہ رہے ہیں بیچ میں کوئی روک آڑ پردہ حجاب نہیں لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے اور نہ کڑوا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچاتا رہے میٹھا اپنے فوائد دیتا رہے اس کا نتھرا ہوا خوش ذائقہ مسرور کن خوش ہضم پانی لوگ پئیں اپنے جانوروں کو پلائیں کھتیاں باڑیاں باغات وغیرہ میں یہ پانی پہنچائیں نہائیں دھوئیں وغیرہ۔ کھاری پانی اپنی فوائد سے لوگوں کو سودمند کرے یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تاکہ ہوا خراب نہ ہو۔ اور اس آیت میں بھی ہے ان دونوں کا بیان موجود ہے آیت، وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ یعنی ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ ہی ہے اور اسی لئے ان دونوں کے درمیاں حد فاصل قائم کر رکھی ہے۔ یہاں یہ قدرتیں اپنی جتا کر۔ پھر سوال کرتا ہے کہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے یہ کام کئے ہوں یا کر سکتا ہو؟ تاکہ وہ بھی لائق عبادت سمجھا جائے۔ اکثر لوگ محض بے علمی سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادتوں کے لائق صرف وہی ایک ہے۔[1]

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ [2]

ترجمہ: کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں نہ دھنسا دے اور اچانک زمین لرزنے لگے۔

میرا بیان:

اس آیت کو پڑھنے سے یہی واضح ہو رہا ہے کہ فی الحال زمین ساکن ہے مگر اللہ ہمیں اپنے عذاب سے ڈرانے کے لیے مثال دے رہا ہے کہ کیا تمہیں اس کے عذاب کا خوف نہیں کہ وہ جو تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے تمہیں زمین میں دھنسا دے یا زمین لرزنے لگے. اس کا مطلب ابھی نہیں لرز رہی تبھی تو کہا گیا کہ اگر وہ چاہے تو اسے لرزا سکتا ہے اور اللہ کا خوفزدہ کرنے کے لیے یہ مثال دینے کا یہی مطلب ہے کہ زمین کے صرف لرزنے سے ایسی تباہی آسکتی ہے جسے اللہ کا عذاب کہا جا سکے اور اللہ کا عذاب کبھی بھی معمولی نوعیت کا نہیں ہوتا. اللہ کا عذاب کے لیے زمین میں دھنسا دینے اور لرزا دینے کی مثال دینا اس بات کی واضح علامت ہے کہ ان دونوں کاموں کے ہونے سے بہت بڑی بربادی ہو سکتی ہے

---

[1] تفسیر ابنِ کثیر – سورۃ نمبر 27 النمل آیت نمبر 61

[2] القرآن – سورۃ نمبر 67 الملک آیت نمبر 16

جبکہ اس کے برعکس سائینسدان ہمیں اس بات سے ڈراتے ہیں کہ زمین کا رک جانا ہمارے لیے بہت بڑی تباہی کا باعث بن سکتا ہے. جو کہ قرآن کے موقف کے بالکل الٹ ہے. ایک ذرا سے زلزلے کے جھٹکے کتنا نقصان کرتے ہیں یہ ہم سب باخوبی جانتے ہیں اس کے باوجود ہم اگر یقین رکھیں کہ زمین ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے اور ہمیں محسوس تک نہیں ہوتی حرکت تو ہماری عقل پر ماتم کرنا بنتا ہے[1].

یہ کافروں کو ڈرایا جارہا ہے کہ آسمانوں والی ذات جب چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے۔یعنی وہی زمین جو تمہاری قرار گاہ ہے اور تمہاری روزی کا مخزن و منبع ہے، اللہ تعالٰی اسی زمین کو، جو نہایت پر سکون ہے، حرکت، جنبش میں لا کر تمہاری ہلاکت کا باعث بنا سکتا ہے۔

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ 2

ترجمہ: اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تا کہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے، اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تا کہ وہ راستہ حاصل کریں.

میرا بیان:

پہاڑ بنانے کا مقصد واضح ہے کہ وہ اس مخلوق جو کہ ظاہر سی بات ہے زمین پر رہتی ہے اسے ہلا نہ سکنے کی وجہ بن سکیں. زمین میں پہاڑ بنانے کا یہی مقصد ہے جسے بار بار اللہ نے کھل کر بتایا ہے کئ جگہ اور یہاں واضح طور پر ہر قسم کی حرکت کی نفی بھی کی گئ ہے. یہ نہیں کہ ہلنے کی اقسام بیان کی گئ ہوں اور ان میں سے کہا گیا ہو کہ فلاں قسم کا ہلنا مراد نہیں اور فلاں قسم کا ہلنا ممکن ہے. آیت واضح طور پر ہر قسم کی حرکت کی نفی کرتی ہے اور اگر ایسی کوئی قسم بیان کرنی ہوتی تو اللہ خود بیان کر دیتا یا آپ صل اللہ علیہ وسلم بتا دیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ذریعے وہ اقسام ہم تک پہنچ جاتیں لیکن ایسا نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ یہ تاویل زمین کو گھومتا ہوا گلوب بنانے کے بعد گھڑی گئ ہے تا کہ مسلمانوں کے اذہان کو وقتی طور پر تسلی دی جا سکے اس طرح کہ وہ ایک طرف تو ایمان لائیں کہ اللہ نے حرکت کی نفی کی اور دوسری طرف سائینسدانوں پر ان کا ایمان پختہ ہو جس کے مطابق ایک قسم کی حرکت کی نفی اور دوسری کے اثبات پر یقین کامل ہو. اور اس آیت میں راستوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے یعنی اگر زمین ہلنے لگی تو ہمارا راستوں پر چلنا مشکل ہو جائے گا اسی لیے اللہ نے کشادہ راہیں بنا دیں زمین پر تا کہ راستے حاصل کریں ہم.

یعنی اگر زمین پر یہ بڑے بڑے پہاڑ نہ ہوتے تو زمین جنبش اور لرزش کرتی رہتی، جس کی وجہ سے انسانوں اور حیوانوں کے لئے زمین مسکن اور مستقر بننے کی صلاحیت سے محروم رہتی۔ ہم نے پہاڑوں کا بوجھ اس پر ڈال کر اسے ڈانوا ڈول ہونے سے محفوظ کر دیا۔

---

[1] احسن البیان۔ سورۃ نمبر 67 الملک آیت نمبر 16

[2] القرآن۔ سورۃ نمبر 21 الانبیاء آیت نمبر 31

اس سے مراد زمین یا پہاڑ ہیں، یعنی زمین میں کشادہ راستے بنا دیئے یا پہاڑوں میں درے رکھ دیئے، جس سے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آنا جانا آسان ہو گیا، دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے تا کہ ان کے ذریعے سے اپنی معاش کے مصالح و مفادات حاصل کر سکیں۔[1]

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۧ[2]

ترجمہ:

اگر (بالفرض) کسی قرآن (آسمانی کتاب) کے ذریعے پہاڑ چلا دیئے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرادی جاتیں (پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے)، بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے، تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دل جمعی نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے۔ کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب نازل ہوتی رہے گی تاوقتیکہ وعدۂ الٰہی آپہنچے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا.

میرا بیان:

اس آیت کے لیے شاید میرا بیان ہی کافی ہو کیونکہ اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ بار بار مثال دے رہا ہے کہ پہاڑ رکے ہوئے ہیں اور انہوں نے زمین کو بھی روکے رکھا ہے. باقی تفسیر دیکھی جائے تو بات طویل ہو جائے گی کیونکہ اس آیت کا بنیادی مقصد ایمان والوں کو مثال کے ذریعے سمجھانا ہے کہ اللہ چاہے تو کفار کو دکھانے کے لیے پہاڑ چلا دے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دے مگر وہ پھر بھی ایمان نہیں لانے والے اس لیے اللہ نے ایسا کچھ نہیں کیا اور وہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے. اس کی تفسیر آپ خود بھی پڑھ سکتے ہیں بہت آسانی سے. میں طوالت سے بچنے کے لیے یہاں نہیں دے رہی. اور اس لیے بھی کہ تحریر موضوع سے نہ ہٹ جائے.

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ 3

ترجمہ:

نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں.

میرا بیان:

---

[1] احسن البیان۔ سورۃ نمبر 21 الأنبياء آیت نمبر 31 تفسیر:

[2] القرآن۔ سورۃ نمبر 13 الرعد آیت نمبر 31

[3] القرآن۔ سورۃ نمبر 36 یس آیت نمبر 40

یہ وہ آیت ہے جسے پکڑ کر گلوبرز نے زمین کو گھومتا ہوا گلوب مانا اور باقی تمام آیات کو پس پشت ڈال دیا جو زمین کی حرکت کی نفی کرتی ہیں. اس سے بھی واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بات آسمان کی ہو رہی ہے. آسمان میں سورج، چاند اور ستارے گردش کرتے ہیں اور زمین تو ظاہر ہے آسمان میں نہیں ہو سکتی. اب یہاں فلک کی غلط تشریح کر کے اسے دائرے سمجھ کر اور اس میں سب کو گھمانے کی باتیں کی جاتی ہیں جبکہ ان سب میں اللہ نے زمین کا ذکر بالکل بھی نہیں کیا اور اگر مسلمان ایسا مانتے ہیں کہ یہ آیت سب سے مراد زمین کو بھی لے رہی ہے تو انہیں یہ بھی ماننا ہو گا کہ قرآن کی دوسری آیات اس سے متضاد ہیں جبکہ اللہ کا کلام تو ان غلطیوں سے پاک ہونا چاہیے تو ایسے مسلمان خود غیر مسلموں کو خود پر ہنسنے کا موقع دیتے ہیں. فلک سے مراد دائرے بھی ہوں تو وہ دائرے چاند و سورج کے لیے ہیں اور ستارے بھی ان میں شامل ہیں لیکن زمین کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے. اور فلیٹ ارتھ ماڈل میں اسی طرح زمین کے اوپر دائروں میں چاند سورج اور تمام ستارے گردش کرتے نظر آتے ہیں. سو یہ آیت فلیٹ اور ساکن زمین کی دلیل ہے نہ کہ گھومتے ہوئے گلوب کی. مزید تفصیل کے لیے تفسیر ملاحظہ کریں. مفسر نے زمین کی حرکت کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا.

یعنی سورج کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے جس سے اس کی روشنی ختم ہو جائے بلکہ دونوں کا اپنا اپنا راستہ اور الگ الگ حد ہے۔ سورج دن ہی کو اور چاند رات ہی کو طلوع ہوتا ہے اس کے برعکس کبھی نہیں ہوا، جو ایک مدبر کائنات کے وجود پر ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔40۔3 کُل سے سورج، چاند یا اس کے ساتھ دوسرے کواکب مراد ہیں، سب اپنے اپنے مدار پر گھومتے ہیں، ان کا باہمی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ [1]

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا 2

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو ایک بچھونا نہیں بنایا اور پہاڑوں کو (زمین میں گھڑی ہوئی) میخیں؟

میرا بیان:

یہاں میں ایک اور وضاحت کرنا چاہوں گی. پہلے مجھے لگتا تھا کہ بنیادی طور پر زمین کے بارے میں صرف دو گروہ موجود ہیں ایک گلوبرز اور دوسرے فلیٹ ارتھرز لیکن حالیہ تجربات سے انکشاف ہوا کہ ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جسے درمیانی بھی کہہ سکتے کہ وہ زمین کو فلیٹ ارتھرز کی طرح ساکن بھی مانتا ہے اور گلوبرز کی طرح گلوب بھی. میں نے اس ٹولہ کو ساکن گلوبرز کا نام دیا ہے اور دراصل یہی وہ گروہ ہے جو سوشل میڈیا پر ان دنوں ساکن زمین کا دفاع کر رہا ہے کیونکہ امام احمد رضا خان کے نظریات کا دفاع جو کرنا ہے انہیں صرف اپنے مسلک کو بچانے کے لیے. لیکن یہ گروہ بھول گیا کہ جتنی آیات زمین کے ساکن ہونے کی قرآن میں اتری ہیں، زمین کے فلیٹ ہونے کی آیات کی تعداد ان سے زیادہ ہے

---

[1] احسن البیان– سورۃ نمبر 36 یٰسآیت نمبر 40 تفسیر:

[2] القرآن– سورۃ نمبر 78 النبأ آیت 6و7

جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے. زمین کو بچھونا کہا گیا ہے اور کبھی بھی بچھونا گیند جیسا نہیں ہوتا. اگر تو گلوبرز گیند پر سوتے ہوں تو وہ یہ کہہ سکتے کہ بچھونا گیند کو بھی کہہ سکتے لیکن اگر وہ خود ایسا نہیں کرتے تو انہیں کوئی حق نہیں کہ وہ زمین کے لیے اللہ کی طرف سے دی گئ مثال کا ایسا بتنگڑ بنائیں کہ بچھونا گیند بھی ہو سکتی. کیا اللہ کے پاس نعوذ باللہ الفاظ کی یا اظہار کی کمی تھی جو اسے پورا کرنے کے لیے آج ان گلوبرز کی ضرورت پڑ رہی ہے اگر اللہ نے کسی گلوب کا ذکر کرنا ہوتا تو کھل کر کرتا جس طرح فلیٹ ارتھ کا کیا ہے. فلیٹ ارتھ پر مشاہدات، تجربات اور ثبوت ساکن زمین کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں. میں قرآن کی طرف سے ایک ہی ثبوت پیش کرنا چاہوں گی فی الحال کیوں کہ اگر اس موضوع پر تفصیلی بات شروع کی تو تحریر بہت طویل ہو جاتی.

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ[1]

ترجمہ: اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے.

اس آیت میں جو لفظ سطحت استعمال ہوا ہے اسے آپ گوگل کر کے دیکھ لیں بے شک، یہ فلیٹ کا مترادف ہی ہے. بلکہ عربی میں فلیٹ اسی کو کہتے. اکثر لوگ یہ اعتراض کرتے نظر آتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں کہیں بھی فلیٹ ارتھ کا ذکر نہیں کیا تو اس لیے زمین کو قرآن سے فلیٹ بتانا غلط ہے. جبکہ ان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ قرآن کے انگریزی ترجمہ میں فلیٹ کا لفظ تلاش کرتے ہیں اور اردو میں چپٹی کا جبکہ قرآن تو عربی میں نازل ہوا ہے اور مترجمین نے اگر فلیٹ اور چپٹی کے متبادل الفاظ بچھانا اور spread out لیے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ان کی بدولت زمین گلوب ہو گئ. آپ عرب فلیٹ ارتھرز سے بات کریں وہ خود کو مسطحتین بتائیں گے اور زمین کو "الأرض المسطحة". یہ لفظ گوگل ٹرانسلیٹر پر فلیٹ ارتھ لکھنے سے بھی آ جاتا ہے. اور چپٹی لکھنے سے "مسطحة" کا لفظ آئے گا. میں نے براہ راست وہیں سے کاپی کر کے پیسٹ کر دیا ہے آپ خود بھی چیک کر سکتے ہیں. چپٹی زمین لکھنے پر "أرض مسطحة" لکھا آتا ہے عربی میں. یعنی انگریزی اور اردو دونوں کی طرف سے اگر عربی میں جائیں تو ایک ہی لفظ بنتا ہے. لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ لمبی چوڑی تحاریر لکھ کر فلیٹ ارتھ کا مذاق اڑا کر یہ کہنے والے کہ قرآن کا فلیٹ ارتھ سے کوئی تعلق نہیں، اتنی زحمت نہیں کرتے کہ کم از کم ترجمہ کی خاطر گوگل ہی کر لیں یا کسی عرب فلیٹ ارتھر سے پوچھ لیں کہ قرآن میں کہیں فلیٹ زمین کا ذکر آیا ہے یا نہیں. کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مترجمین نے فلیٹ کے مترادف الفاظ استعمال کیے ہوں. اب یہ کہنا تو سراسر بے وقوفی ہے کہ پھیلی ہوئی، بچھی ہوئی یا spread زمین تو گلوب ہو سکتی ہے مگر چپٹی یا فلیٹ کہیں تو بس وہی گلوب نہیں ہو سکتی جبکہ بچھانا، پھیلانا اور فلیٹ کرنا ایک دوسرے کے ہم معنی الفاظ ہیں اور یہ کسی بھی گلوب کے لیے کبھی بھی استعمال نہیں ہو سکتے نہ ہوتے ہیں. آپ کبھی کسی گیند کو بچھانے کا نہیں کہتے بلکہ دستر خوان بچھایا جاتا ہے جو کہ گیند کی شکل کا نہیں ہوتا. کیا آپ اللہ سے ایسی بے عقلی کی توقع کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرے زمین کی ساخت کو بتانے کے لیے جو کہ اصل میں اس ساخت کے لیے بنے ہی نہ ہوں؟ آپ کسی سے بھی

---

[1] القرآن – سورة نمبر 88 الغاشية آیت نمبر 20

کہیں کہ چلو گیند بچھاؤ آج ہم اس پر ناشتہ کریں گے تو وہ ہنسے گا آپ پر تو آپ اللہ کے کلام سے ایسی احمقانہ توقع کیوں کر رہے ہیں کہ جو کلام فصاحت و بلاغت میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا اس میں اتنی بے تکی باتیں موجود ہوں کہ گیند کے لیے بچھانے اور پھیلانے جیسے الفاظ ہوں. اور فرش کہا جائے کسی بال کو. کوئی بھی غیر جانب دار شخص با آسانی تحقیق کے ذریعے ان تاویلات کو بھانپ سکتا ہے.

لیکن ہمارا ایمان تو سائینسدانوں کی باتوں پر اتنا پختہ ہے کہ اس کی خاطر ہم اپنے قرآن کو بدلنے میں مصروف ہیں، یہ بھول گئے کہ پرانے زمانے کے وہ لوگ جنھیں ہم آج کل کے ملحد سائینسدانوں کے مقابلے میں بے وقوف سمجھتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ جی پہلے زمانے کے لوگوں کو معلوم نہیں تھا پر آج کے جدید دور میں انسانوں کو حقیقت کا علم ہو گیا ہے، جبکہ انہی لاعلم انسانوں میں تمام انبیاء بھی آجاتے ہیں جو کہ دنیا میں سب سے معصوم انسانوں میں سے تھے جن سے جھوٹ اور دھوکہ کا سوچنا بھی گناہ میں شمار ہوگا کہ ان پر ایمان لانا فرض ہے. پر ہم ان کی عظمت، ان کا رتبہ بھول جاتے ہیں. کیا وہ تمام انبیاء جو زمین کو فلیٹ مانتے تھے وہ غلط تھے؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گلوبر تھے؟ اگر نہیں تو آپ کس منہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ ان کے نظریہ کے مقابلے میں آپ کو ان ملحدین کا نظریہ زیادہ قابل قبول لگتا ہے. کیا اسے ایمان کہتے ہیں؟ کیا ایمان ایسا ہوتا ہے؟

ہم کیوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ایمان نہیں لاتے جنھوں نے کفار کے یہ کہنے پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ معراج کا سفر ایک رات میں کیا، آسمانوں کی سیر کی جنت دوزخ دیکھی اور واپس بھی آگئے تو صرف اتنا پوچھا کہ کیا واقعی وہ ایسا کہتے ہیں. کفار مکہ نے کہا جی آپ کے دوست ایسا ہی کہتے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً تصدیق کی اور کہا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو بالکل درست کہتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب ملا. تو سچ بولنے والا کون ہوا؟ جو ایمان والی جگہ پر سوال کرنے لگ پڑا یا ایمان لایا؟ آپ سوچیں اپنے بارے میں کہ آپ کا ایمان کس پر ہے. ہمیں تو بنا کسی مشاہدہ کے بھی ایمان لانا چاہیے تھا لیکن ہم مشاہدات و تجربات کو دیکھتے ہوئے بھی ماننے کو تیار نہیں. آخر کیوں ہمیں آج کل کے چند سائینسدان اس قدر عزیز ہو چکے ہیں کہ ان کے مقابلے میں ہم تمام انبیاء کرام علیہم السلام، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تمام تابعین، تمام تبع تابعین، تمام اولیاء اور اربوں انسانوں کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں صرف اس لیے کہ آج کے زمانے میں کوئی ہمارا مذاق نہ اڑائے کہ دیکھو یہ زمین کو ساکن اور فلیٹ کہتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس امت کی بھلائی کی خاطر اپنی ذات پر مذاق برداشت کیا مگر کبھی تضحیک کے خوف سے حق سے پیچھے نہ ہٹے. لیکن ہم ان کے راستے پر چلنے میں شرم محسوس کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ان سائینسدانوں نے ہمارے کسی کام نہیں آنا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ذریعے جو پیغام دے گئے وہ ضرور کام آئے گا.

کیوں ہماری ایسی طبعیت بن گئ ہے کہ ہر نئے آنے والے سائینسدانوں کے دعووں کو ہم قرآن سے ثابت کرنے کے چکر میں لگ جاتے ہیں. اگر ہمارا ایمان قرآن پر مضبوط ہے تو ہمیں کیا ضرورت ان سب تاویلات کی؟ ہمیں کیوں دقت ہوتی ہے یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ہمارا قرآن زمین

کے ساکن اور فلیٹ ہونے پر واضح طور پر اقرار کرتا ہے جبکہ عیسائی مان لیتے ہیں اپنے بائبل کے لیے یہی بات. کیا ہم ان سے بھی گئے گزرے ہیں؟ عجیب بات ہے اگر ایک غیر مسلم کہے کہ قرآن زمین کو فلیٹ کہتا ہے مگر ایک مسلمان کہے کہ نہیں وہ شتر مرغ کے انڈے جیسی ہے. جبکہ چودہ سو سال سے آج تک کسی نے قرآن کی یہ تشریح نہیں کی تو کیسے یقین کر سکتے ہیں آپ ایسے شخص پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بتائی گئی تفاسیر کے الٹ تشریح کرے قرآن کی! اس بارے میں بھی آپ کو گوگل کرنے پر ہی حقیقت واضح ہو جائے گی کہ شتر مرغ کا انڈہ قرآن نے کہا یا خود کسی فرد واحد کا گھڑا ہوا نظریہ ہے.

خیر قرآن کے بعد حدیث کی جانب چلتے ہیں. اس میں میری اپنی زیادہ تحقیق نہیں البتہ تھوڑا بہت جو ملا وہ شئیر کر رہی ہوں.

1۔ حضرتِ سیدنا اَنَس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، "جب اللہ عزوجل نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کانپنے لگی اور الٹ پلٹ ہونے لگی تو اللہ عزوجل نے پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دیں تو وہ ساکن ہو گئی۔ یہ دیکھ کر ملائکہ کو پہاڑوں کی طاقت پر تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا، " اے رب عزوجل! کیا تو نے پہاڑوں سے زیادہ طاقتور کوئی چیز پیدا فرمائی ہے؟" اللہ عزوجل نے فرمایا، " ہاں! وہ لوہا ہے۔" پھر فرشتوں نے عرض کیا، "کیا لوہے سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟" فرمایا، " ہاں! وہ آگ ہے۔" پھر ملائکہ نے عرض کیا، "آگ سے بھی طاقتور چیز پیدا فرمائی ہے؟" فرمایا۔" ہاں! وہ پانی ہے۔" پھر ملائکہ نے عرض کیا، " کیا پانی سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟" فرمایا، "ہاں! وہ ہوا ہے۔" فرشتوں نے پھر عرض کیا، "کیا ہوا سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟" فرمایا، "(ہاں) ابن آدم جب اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دے اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو[1]۔"

اب اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ نے پہاڑوں کو میخوں یعنی بڑے بڑے کیلوں سے تشبیہ دی ہے۔ کیل لگائے جاتے ہیں کہ کوئی چیز ٹھہر جائے۔ جیسے ہم دیوار پر کوئی تصویر لگانا چاہتے ہیں تو کیل ٹھوکتے ہیں تاکہ وہ چیز قرار پکڑ لے اور ساکن ہو جائے۔ تو یہ حدیث بھی زمین کے ساکن ہونے پر واضح دلیل ہے۔

سو قرآن و حدیث سے زمین کے ساکن ہونے کے ڈھیروں ثبوتوں کے باوجود کچھ لوگ کہیں گے کہ جی یہ پرانے مفسرین تھے جنہیں سائنس کا علم نہیں تھا اگر آج کے مفسرین کی تفاسیر دیکھیں تو وہ گلوب کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے ایسے جملے پڑھ کر کہ ایسے افراد نے پرانے اور نئے مفسرین کو ایک ہی مقام پر لا کھڑا کر دیا. جو نئے مفسرین ہیں وہ تو گلوب کی برین واشنگ کے اثر سے ایسی ہی تفاسیر کریں گے جن سے جان بوجھ کر زبردستی گلوب ثابت ہو رہا ہو. پہلے والے اس برین واشنگ سے محفوظ تھے تبھی تو انہوں نے سچ پیش کیا. اور آپ قدیم اور جدید مفسرین کو ایک برابر کیسے مان سکتے ہیں؟ بھلا استاد اور شاگرد بھی کبھی برابر ہوتے ہیں؟ آج کے مفسرین تو پرانے والوں کے شاگرد رہے ہیں اور

---

[1] ترمذی، کتاب التفسیر، باب ۹۵، رقم ۳۳۸۰، ج ۵، ص ۲۴۲

پرانے والے ان کے استاد کی حیثیت رکھتے ہیں. کیا آج کوئی بھی مفسر بن سکتا ہے بنا کسی قدیم شخصیت کی کتاب پڑھے ہوئے؟ تو یہ کیسی ناانصافی ہے کہ جن کی کتابوں سے علم سیکھا عمل کے وقت انہی کے مخالف چل پڑے.

کیا عملی زندگی میں آپ کسی ایسے شخص کو ترجیح دیتے ہیں جو خود علم سکھاتا ہو یا اس کے استاد کو جس نے اپنے شاگرد کو سکھایا اسے زیادہ اہمیت دیں گے؟

اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کر دیا ہے اور قرآن کو آسان کر دیا سمجھنے کے لیے. اب مزید کسی نئے نظریہ کے گھڑنے کی ضرورت نہیں جو قرآن کی پرانی تقاسیر کے متضاد ہو.

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ [1]

ترجمہ: یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

اور اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کا حکم ہے. یہ نہیں کہ ایک آیت پر ایمان لائے اور دوسری کو چھوڑ دیا.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ [2]

ترجمہ:

ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے.

اسلام چودہ سو سال پہلے مکمل ہو گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تمام تعلیمات دے گئے ہیں ہمیں. سو دین میں مزید کسی نئے اضافے کی ضرورت نہیں ہے. قرآن میں غور و فکر کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ قرآن سے متضاد کوئی نئی بات گھڑ کر سمجھیں کہ قرآن کی یا دین کی خدمت کر رہے. اگر زمین کو متحرک مانا جائے تو بہت سے سوالات اسلام پر اٹھ سکتے ہیں جیسے کہ بیت المعمور کا ہونا جو کہ کعبہ کی سیدھ میں سات آسمانوں کے پار فرشتوں کا کعبہ ہے. اگر زمین حرکت کرتی ہے تو کعبہ اس کی سیدھ میں کیسے رہ سکتا ہے؟ اور اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ بھی حرکت کرتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟ کیا اللہ کا عرش بھی حرکت کرتا ہے پھر؟ جبکہ اللہ کا عرش تو آسمانوں کے اوپر ہے مگر گھومتے گلوب کے ماڈل میں تو آسمان ہیں ہی نہیں. آپ کے وہی سائینسدان جن پر آپ اندھا اعتماد کرتے ہیں ان کے مطابق تو آسمان کا کوئی وجود نہیں پھر کس طرح آپ قرآن کی ان واضح آیات کو جھٹلا سکتے ہیں جن میں سینکڑوں بار آسمان کا ذکر ہوا ہے!

سائنس بذات خود کبھی بھی قرآن یا اسلام کی مخالف نہیں رہی. ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جس رب نے یہ نظام بنایا وہ خود اس نظام کے بارے میں غلط بتائے ہمیں. لیکن سائینسدان جھوٹ بول سکتے ہیں اور ہم نے سائینسدانوں پر ایمان نہیں لانا بلکہ ان کی باتوں کو پرکھنے کے لیے عقل کا

---

[1] القرآن سورۃ نمبر 54 القمر آیت نمبر 22

[2] القرآن۔ سورۃ نمبر 2 البقرۃ آیت نمبر 208

استعمال کرنا ہے اور دین پر ایمان لانا ہے مگر ہم اس کے الٹ کر رہے ہیں. ایسے تمام افراد کو میں ایک شعر کے ذریعے اپنی بات سمجھانا چاہوں گی کہ

؎ وفا جس سے نبھاؤ گے اسی کے ساتھ جاؤ گے ہیں
یہ خوشخبریاں محبوب جاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہم نشینوں میں

یہاں اب یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بحث نہیں کیا کرتے تھے. تو میرا اس پر جواب ہو تا ہے کہ کسی جھوٹی بات کا جب تصور تک نہیں تھا تو کیوں اس پر بحث کی جاتی. اس وقت تو سب کا مشترکہ ایمان تھا کہ زمین ساکن اور فلیٹ ہے. اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلا کیوں ایسی بات پر بحث کرتے جو کہ موجود ہی نہیں. جیسے کہ فرض کریں کوئی آپ سے کہے کہ یونی کورن کے بارے میں قرآن سے ثابت کرو کہ اس کا وجود نہیں ہے یا حدیث سے کرو. اور اگر نہیں کر سکتے تو مان لو کہ یونی کورن واقعی میں ہوتے ہیں. تو کیا آپ مان لیں گے؟ یہ فرمائش ہی سراسر غلط ہے کہ گلوب کا نہ ہونا اس کے نام کے ساتھ قرآن و حدیث سے ثابت کیا جائے. زمین کو فلیٹ بتادینے کا سیدھا سیدھا مطلب یہی نکلتا ہے کہ وہ نہ تو گلوب ہے نہ ناشپاتی ہے نہ ہی انڈہ. اب فلیٹ سے ہٹ کر جو کچھ بھی ہو گا وہ سب غلط ہو گا. سوچنے کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر بات بتادی اور ہمارے زمانے کے فتنوں کا بھی بتادیا اور کہا کہ ان سے بچ کر رہنا. لیکن کبھی یہ نہیں بتایا کہ زمین گلوب ہے. کیا اگر یہ واقعی حقیقت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ بتاتے؟ یا آپ یہ فرض کریں گے انہیں علم نہیں تھا جیسا کہ آپ پرانے مفسرین کے لیے فرض کر لیتے ہیں. تو یہ ایمان کی کیسی حالت ہے جس میں آپ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن اترا انہیں ہی لاعلم قرار دے کر خود اس کتاب کی تشریح کر کے یہ سمجھیں کہ میں درست ہوں؟ یقیناً ہمارے ایمانوں کو محاسبے کی ضرورت ہے کہ ہم ایمان لا کر آخر پیروی کس کی کر رہے ہیں.

بتانے کو اب بھی بہت کچھ ہے مگر طوالت کی بنا پر مزید نہیں بتا رہی اب اگلے حصے کی جانب چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ سائینسدان جن پر ہم اندھا اعتماد کرتے ہیں ان کا زمین کے ساکن ہونے کے بارے میں کیا کہنا ہے.

دوسرا حصہ:

سائنس سے زمین کے ساکن ہونے پر مشاہدات و تجربات:

اکثر سائنس دانوں کے مطابق سورج ساکن ہے۔ اور تمام سیارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ جب کہ اب ایک نئ تھیوری کے مطابق سورج بھی حرکت کر رہا ہے۔ اور تمام سیارے بشمول ہماری زمین بھی اس سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ یہ نظریہ سب سے پہلے گلیلیو گلیلی نے 1615ء میں پیش کیا۔ جس پر اس وقت کے بہت سے لوگوں نے اعتراض بھی کیا تھا۔ کیونکہ یہ نظریہ بائیبل کے سراسر خلاف تھا۔ اور اس نظریے کے

گھڑنے کی وجہ سے چرچ نے اس سائنس دان کو بہت سخت سزائیں بھی تھیں۔ لیکن بعد میں اسی نظریے کو سائنس دانوں نے قبول کر لیا۔ جو آج تک قائم ہے۔یعنی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین کی حرکت کا نظریہ 1615ء سے پہلے کسی نے بھی باقاعدہ طور پر پیش نہیں کیا تھا۔

سائینسدانوں کے نظریے کے مطابق زمین دو طرح سے گھوم رہی ہے۔ اپنے گرد اور سورج کے گرد۔ اپنے گرد 1674.4 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔ اور سورج کے گرد 107300 کلو میٹر فی گھنٹہ کی انتہائی تیز رفتار سے گھوم رہی ہے۔ جو کہ آج تک کسی بھی عقلی دلیل سے ثابت نہیں کی جا سکی۔ بہت سے ناقدین اس نظریہ پر اعتراضات کرتے آئے ہیں۔ جیسے بعض ناقدین کہتے ہیں کہ اگر زمین واقعی 30 کلو میٹر فی سکینڈ کی انتہائی تیز رفتاری سے گھوم رہی ہے تو پرندے ہوا میں اڑنے کے بعد اپنی جگہ پر کیسے واپس آسکتے ہیں۔ جہاز کبھی بھی ایئر پورٹ پر لینڈ نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ جتنی رفتار زمین کی سائنس دان بتاتے ہیں (یعنی 1 لاکھ 7 ہزار کلو میٹر فی گھنٹہ) اتنی رفتار تو کسی جیٹ طیارے کی بھی نہیں ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ ہم نے ان پر کتنا اپنی عقل سے سوچ کر زمین کے گھومنے کے نظریہ کو قبول کیا ہے اور کتنا ہمارا ایمان شامل ہے اس کے ماننے میں. سائینسدانوں کے مطابق خلا میں زمین اپنے ایکسز پر 1600 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے اور ساتھ ساتھ زمین سورج کے گرد 108000 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بیضوی مدار میں گھوم رہی ہے. سورج، زمین اور ہمیں نظر آنے والے ستارے مطلب ہمارا سولر سسٹم، ملکی وے گلیکسی کے جھرمٹ میں 828000 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہا ہے اور یہ ملکی وے گلیکسی اپنے ایکسز پر گھومتی ہوئی کائنات میں بڑی تیز رفتار 2.1 ملین کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہی ہے لیکن پھر بھی صدیوں سے ستارے وہیں کے وہیں ہیں اب کچھ تجربات پر روشنی ڈالتے ہیں جو اس ضمن میں انجام دیے گئے اور دیکھتے ہیں کہ ان کا کیا نتیجہ نکلا.

Airy's Failure Experiment

ایک تجربہ Airy's Failure تجربے کے نام سے جانا جاتا ہے، اُس نے ثابت کیا کہ ستارے ساکن زمین کے حساب سے چلتے ہیں نہ کہ اُس کے اُلٹ۔ سب سے پہلے ٹیلی سکوپ میں پانی بھرا گیا تاکہ ستاروں کی روشنی کی رفتار کو کم کیا جا سکے، پھر ستاروں کی روشنی جو ٹیوب میں آرہی تھی، اُسکے لازمی جھکاؤ کو ماپا گیا۔ Airy کو heliocentric تھیوری (جس میں سورج کو مرکز مانا گیا ہے) ثابت کرنے میں ناکامی ہوئی کیونکہ بنا کسی بھی زاویہ کی تبدیلی سے اور بنا کسی شے میں تبدیلی لانے کے ستاروں کی روشنی ویسے ہی آرہی تھی، تو بجائے اِس ہیلیو سنٹرک ماڈل کے (geocentric model جس میں زمین کو مرکز مانا گیا ہے) درست ثابت ہوا۔ (جبکہ اس تجربہ کی رو سے موجودہ heliocentric model صحیح ثابت ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہ ہو سکا

Olber's ParadoxOlber's Paradox

یہ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر آسمان پر موجود اربوں ستارے حقیقتاً سورج ہیں تو ان کو مکمل طور پر روشنی سے بھرا ہونا چاہیے۔ جیسا کہ Edgar Allen Poe کہتا ہے کہ "چونکہ ستارے لامتناہی ہیں، تو آسمان کو ایک منظم طور پر روشن ہونا چاہیے تھا، اور اس میں کوئی خالی نقطہ بھی نہیں ہونا چاہیے تھا، پھر بھی کافی جگہیں ہیں جہاں کوئی ستارہ نہیں نظر آتا"۔ اصل میں Olber's Paradox محض ایک پیٹرن ہی ہے جو بالکل Airy کے ناکام تجربہ کی طرح ہے۔ دونوں تجربات میں واضح طور پر heliocentric گلوب ماڈل باطل ہی ثابت ہوا.

Michelson-Morley and Sagnac Experiments

Michelson Morleyاور Sagnac نے کچھ تجربات کیے تا کہ زمین کی خلا میں مجوزہ حرکت کے باعث ہونے والے روشنی کی رفتار کے بدلاؤ کو ماپا جا سکے۔ کئی ایک کوششوں اور مختلف جگہوں کو تبدیل کرنے کے بعد وہ اس کے مشاہدے میں ناکام رہے.

Tycho BrahTycho Brahe

اس نے اپنے وقت میں heliocentric model کے خلاف بہت مشہور دلائل دیے تھے (وہ لکھتا ہے کہ)؛"فرض کرلیں کہ دنیا سورج کے گرد گھومتی ہے، تو6 مہینے کے بعد ستاروں کے اپنے مدار میں بھی گردش نظر آنی چاہیے"۔ اُس نے دلیل دی کہ جیسے ہی ہم ستاروں کے رُخ جاتے ہیں تو وہ الگ الگ نظر آتے ہیں اور اگر ان کے رُخ سے دور ہوتے ہیں تو وہ اکٹھے نظر آتے ہیں۔ اصل میں چاہے کچھ بھی ہو، سورج کے گرد 190 میلین میل کے مجوزہ سفر کے بعد کیا وجہ ہے کہ ستاروں میں ایک انچ کا بھی زاویہ کا اختلاف رونما ہی نہیں ہوتا؟ اس کا مطلب یہ ہی ہوا کہ ہم(زمین)ساکن ہیں"

تجربات تو اور بھی بہت ہیں مگر طوالت کے پیش نظر مزید بیان نہیں کیے. مندرجہ بالا تمام تجربات "زمین گردش کرتا گلوب نہیں اس کے دو سو ثبوت" سے لیے گئے ہیں

. آپ گوگل پر200 proofs Earth is not a spinning ball سرچ کریں تو آپ کو اس میں ڈھیروں تجربات اور ثبوت مل جائیں گے.

اب تجربات کے بعد کچھ سائینسی اعتراضات پر نظر کرلیں۔

۱۔ اگر زمین مسلسل مشرق کے رخ1000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہی ہوتی تو بالکل عمودی طور توپ سے داغے جانے والے گولے کو توپ سے کچھ مغرب میں گرنا چاہیے تھا. لیکن ایسا نہیں ہوتا.

۲۔ اگر زمین مسلسل ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہوتی تو ہیلی کاپٹر اور گرم ہوا کے غبارے اوپر کھڑے کھڑے انتظار کرتے اور زمین خود گھوم کر انہیں منزل تک پہنچا دیتی.

۳۔اگر زمین مسلسل مشرق کے رخ ایک گھنٹہ فی میل کی رفتار سے گردش رہی ہوتی تو ریڈ بل کی stratospheric سے چھلانگ میں Felix Baumgartner جو کہ تین گھنٹے تک نیو میکسیکو کی فضا میں بلند رہا اسے مغرب میں 2500 میل کی دوری پر بحر الکاہل میں لینڈ ہونا چاہیے تھا مگر وہ اپنے ٹیک آف پوائنٹ سے کچھ درجن میل دور مشرق میں لینڈ ہوا. اس کی ویڈیو یوٹیوب پر بھی دیکھی جا سکتی ہے.

اب ان اعتراضات کے جواب میں گلوبرز کا کہنا ہوتا ہے کہ زمین کے ساتھ ساتھ فضا بھی گھوم رہی ہے یعنی پورا ایٹما سفئیر ہمیں لے کر گھوم رہا ہے لیکن انہی کے سائینسدان کہتے ہیں کہ گولی چلاؤ تو وہ نشانے سے چوک جاتی ہے کیونکہ نیچے سے زمین گھوم جاتی ہے.

ایک مشہور تھیوریٹکل فزسسٹ نیل ڈی گراس ٹائسن 2015 میں اپنے ایک ٹویٹ میں کہتے ہیں کہ اس دن کسی ٹیم کا فٹ بال کا کوئی گول چھوٹ گیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ زمین چونکہ گھوم رہی ہے تو انچ کے تیسرے حصہ جتنا ڈیفلیکش آگیا. اب زمین کا ایٹما سفئیر زمین کے ساتھ اسی کی سمت میں گردش نہیں کر رہا. اب ایک چھوٹا سافٹ بال بھی زمین کی گردش سے نشانے سے ہٹ رہا ہے۔

دو سال بعد 2017 میں پھر یہ مہان سائنس دان صاحب فرماتے ہیں کہ جو شمال اور جنوبی جانب سٹیڈیم واقع ہوتے ہیں۔ وہاں پچاس گز کے فاصلے میں پھینکا گیا گول زمین کی گردش کی وجہ سے آدھا انچ ٹارگٹ سے ہٹ جاتا ہے. کیونکہ زمین مشرق کی جانب گھومتی ہے تو شمال یا جنوب کی جانب جو سٹیڈیم ہیں وہاں جب گیند پھینکی جاتی ہے تو مقام تک پہنچتے پہنچتے زمین مشرق کی جانب ہل چکی ہوتی ہے. اب یہ کیسا تضاد ہے کہ ہیلی کاپٹر پر زمین کی گردش کا اثر نہیں ہوتا اور وہ زمین کے ماحول کے ساتھ ساتھ گھومتا ہے مگر فٹ بال اور گولی پر ہو جاتا ہے

ہمارے یہ اعتراض کرنے پر کہ زمین کی حرکت محسوس نہیں ہوتی جہاز اور ٹرین کی مثال دی جاتی ہے کہ جب آپ جہاز یا ٹرین میں بیٹھتے ہیں تب بھی تو حرکت محسوس نہیں ہوتی حالانکہ جہاز کی اور گلوب کی حرکت میں بہت فرق ہے. جہاز سیدھا جاتا ہے اور اس کی چھت بھی ہوتی ہے. اگر جہاز کو گلوب کی طرح گول گول گھمایا جائے یا اس کی چھت نہ ہو تو کیا تب بھی حرکت محسوس نہیں ہو گی؟

مسلمانوں کو چاہیے کہ اب وہ ملحد سائینسدانوں پر ایمان لانے کی بجائے اپنے دین پر ایمان لائیں اور سائنس کو تجربات و مشاہدات سے سمجھیں. اصل سائینس وہ ہوتی ہے جو

- ✓ Observable
- ✓ Measurable
- ✓ Repeatable
- ✓ Testable

ہو اور جو بات ان پر پوری نہیں اترتی تو وہ کچھ بھی ہو سکتی ہے مگر اسے سائینس کا نام نہیں دیا جا سکتا. جیسے کہ زمین کا حرکت کرنا کسی بھی سائینسی مشاہدے یا تجربے سے ثابت نہیں ہے. اب ذرا ان سائینسدانوں کے اختلافات پر نظر ڈالیئے کہ خود ان میں زمین کی حرکت کو لے کر ہمیشہ سے اختلاف رہا ہے اس کے باوجود ہم کس طرح بنا سوچے سمجھے حرکت والوں کے حمایتی بن جاتے ہیں.

1. 1982 میں صوبہ کرناٹک انڈیا میں سائینسدانوں کی ایک دوروزہ کانفرنس ہوئی جس میں نیوٹن اور آئن اسٹائن کی تھیوری کو غلط قرار دیا گیا
2. .سائینسدان مسٹر برنٹ نے اپنی کتاب The universe and Dr Einstein میں لکھا کہ دنیا میں کوئی ایسا متعین اور ضابطہ معیار نظر نہیں آتا جس سے انسان حتمی طور پر زمین کی حرکت کا اندازہ کرسکے اور نہ کوئی ایسا طبیعیاتی تجربہ کبھی ہوا جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ واقعی زمین حرکت کرتی ہے
3. فاضل اصغر علی چیئر مین انٹرنیشنل سوسائٹی آف اسکالرز نے اپنے مقالے میں لکھا کہ قرآن حکیم زمین کو ساکن قرار دیتا ہے
4. تیونس کی ایک عرب طالبہ نے چند سال پہلے پی ایچ ڈی مقالہ لکھا زمین کے فلیٹ اور ساکن ہونے پر. آپ گوگل پر PhD thesis on flat Earth لکھیں گے تو اس کے بارے میں کافی معلومات مل جائیں گی

یاد رکھیں گوگل کبھی بھی آپ کو صرف سچ نہیں دکھائے گا بلکہ سچ اور جھوٹ کا مکسچر ہی بتائے گا اور سچ کو تلاش کرنا آپ کے اپنے ذمہ ہے. یہ تو تھیں حالیہ سائینسدانوں کی باتیں اب ذرا کچھ پرانے اور نام ور سائینسدانوں کی بھی سن لیں جن میں آئن اسٹائن بھی زمین کی حرکت کی نفی کرتا نظر آتا ہے.

QUOTES FROM PHYSICISTS & PHILOSOPHERS !

“I have come to believe that the motion of the earth cannot be detected by any optical experiment. "
— Albert Einstein, Physicist

“Briefly, everything occurs as if the earth were at rest…”
— Henrick Lorentz, Physicist

“There was just one alternative; the earth’s true velocity through space might happen to have been nil.”
— Arthur Eddington, Physicist

“The failure of the many attempts to measure terrestrially any effects of the earth’s motion…”
— Wolfgang Pauli, Physicist

“A great deal of research has been carried out concerning the influence of the earth’s movement. The results were always negative. ”

— Henri Poincaré, Physicist

“This conclusion directly contradicts the explanation…which presupposes that the earth moves. "
— Albert Michelson, Physicist

“The data [of Michelson-Morley expirment] were almost unbelievable…There was only one other possible conclusion to draw — that the earth was at rest.”
— Bernard Jaffe, Physicist

“We can’t feel our motion through space, nor has any physical experiment ever proved that the earth actually is in motion.”
— Lincoln Barnett, Historian

“Thus, even now, three and a half centuries after Galileo…it is still remarkably difficult to say categorically whether the earth moves…”
— Julian B. Barbour, Physicist

“There is no planetary observation by which we on Earth can prove that the earth is moving in an orbit around the Sun .”
— Bernard Cohen, Physicist

“It doesn’t matter how beautiful your theory is, it doesn’t matter how smart you are. If it doesn’t agree with experiment, it’s wrong .”
— Richard P. Feynman, Theoretical Physicist

حالانکہ طوالت سے بچنے کی ممکنہ کوششیں بھی کیں اس کے باوجود بچت نہ کر سکی اس کے لیے معذرت. پر میں اتنا بتادوں کہ جو کچھ اس تحریر میں بتایا گیا وہ علم کے سمندر میں ایک قطرے کے برابر ہے صرف اور اگر آپ تحقیق کریں گے تو آپ کو اتنا کچھ مل جائے گا کہ پھر آپ کو شخصیت پرستی کی محتاجی نہیں رہے گی سچ کو پہچاننے کے لیے بحیثیت مسلمان ہمیں ہر اس چیز پر ایمان لانا ہے جس پر ایمان لانے کا اللہ نے کہا ہے اور تحقیق تو ذریعہ ہے ایمان کو بڑھانے کا. اتنا کچھ لکھنے کے باوجود تشنگی سی محسوس ہو رہی ہے. یہ تحریر صرف تحقیقی مقصد کی خاطر لکھی گئ ہے کہ جو بھی افراد تحقیقی ذہن کے مالک ہیں تو انہیں متوجہ کیا جاسکے. اور میں امید کرتی ہوں کہ یہ تحریر ان اذہان کے لیے تحقیق شروع کرنے کے واسطے ایک اچھا آغاز ثابت ہو سکتی ہے.

ذیل میں اس موضوع سے متعلق تحقیق کے چند ذرائع لکھ کر میں اختتام کرنا چاہوں گی اور میری یہ درخواست ہے تمام مسلمانوں سے کہ خدارا ایمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لائیں اور ہر اس چیز پر جس پر ایمان لانے کا اللہ نے کہا ان کے سوا ہر شخص غلط ہو سکتا ہے. اس لیے کسی کا بھی دفاع یہ سوچ کر نہ کریں کہ وہ کوئی فرشتہ ہے. انبیاء معصوم تھے اور وہ سب کے سب فلیٹ ارتھرز تھے. آنے والے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو وہ بھی اپنے باقی دینی بھائیوں کی طرح اور اپنے ماضی کی طرح فلیٹ ارتھر ہی ہونگے اور امام مہدی علیہ السلام بھی. جبکہ یہ جو دور ہے جس میں طرح طرح کے جھوٹ اور فتنے پھیلائے جا رہے ہیں جن میں سے ایک گھومتے گلوب کا بھی ہے تو یہ دجالی قوتوں کو فائدہ پہنچاتا ہے. اب یہ بحث بہت طویل ہے کہ کس طرح. لیکن اصل سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے انبیاء کے وارثین بننا ہے نا کہ کسی ملحد سائنسدان کے وکیل. اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مذہب سائینٹزم ہے جس کے پادری وہ سائینسدان ہیں جن کی ہر بات پر ہم اس طرح ایمان لاتے ہیں کہ جیسے وہ انبیاء کا درجہ رکھتے ہوں. جس طرح نبی کی کہی ہر بات حدیث کہلاتی ہے اس طرح ہم نے سمجھ لیا ہے کہ سائینسدان کی کہی ہر بات سائنس کہلائے گی جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے. سائنس سائینسدانوں کی باتوں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ علم تجربات و مشاہدات پر مشتمل ہے اور یہ کبھی بھی اپنے پیدا کرنے والے کے خلاف کچھ بھی نہیں کہہ سکتا. اصل سائنس کبھی رب کا انکار نہیں کر سکتی. اس لیے جاگ جائیں اب بھی وقت ہے. خود کو اور اپنے ارد گرد لوگوں کو بشمول اپنی نسلوں کے فتنوں سے بچالیں. گلوب ماڈل کے آنے کے بعد الحاد کس قدر تیزی سے پھیل رہا ہے یہ ہم سب کا مشاہدہ ہے. پہلے زمانے میں لوگ کسی بھی چیز کو پوج لیتے تھے پر یہ نہیں کہتے تھے کہ خدا کا وجود نہیں اور دنیا خود بخود بن گئی. یہ سب گلوب ماڈل کی کارستانی ہے جو لاتعداد جھوٹوں کے سہارے کھڑا کیا گیا ہے. اگر یہ ماڈل نہ ہوا تو نظریہ بگ بینگ اور ارتقاء خود بخود ختم ہو جائیں گے اور ساتھ ہی ساتھ الحاد بھی. آپ کو شاید یہ عجیب لگے کہ زمین کو گلوب ماننے سے کوئی ملحد کیسے بن سکتا ہے لیکن آپ کسی بھی ملحد سے اگر پوچھیں گے کہ وہ کیوں خدا کا انکار کرتا ہے تو وہ اپنے عقائد کے پیچھے انہی تھیوریز کا حوالہ دے گا اور بگ بینگ چونکہ گلوب ماڈل کے عقائد پر کھڑا ہے اس لیے اگر گلوب کے جھوٹ کو بے نقاب کیا گیا تو الحاد کی ساری عمارت منہدم ہو جائی. دنیا کے تمام مذاہب میں فلیٹ ارتھ کا ہی درس ملتا ہے صرف گلوب ماڈل ایسا ہے جو ان تمام مذاہب کے الٹ الحاد کا دفاع کرتا ہے. اگر ہم نے آج آنکھیں نہ کھولیں تو ہماری نسلوں کے ایمان کی سلامتی کی کوئی گارنٹی نہیں رہے گی.

اللہ ہم سب کو فتنوں کے دور میں محفوظ فرمائے، ہمارے ایمان سلامت رکھے، ہمیں اس دین کی سمجھ عطا فرمائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جس کے پہنچانے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام تھے اور ہماری خطاؤں کو در گزر کر کے ہماری مغفرت فرمائے اور ہم سب کا، ہماری آنے والی نسلوں کا حامی و ناصر ہو. آمین ثم آمین

Some Research purpose materials

Books:

1) Quran with Translation and Tafseeer
2) 200 proofs Earth is not a spinning ball By Eric Dubay
3) Zetetic Astronomy : Earth not a Globe By Samuel Rowbotham
4) Flat Earth Conspiracy By Eric Dubay
5)The Earth Plane By Eric Dubay

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت کی 2 قسمیں ہیں۔

1۔ نبی

2۔ رسول

نبی:

نبی اس کو کہتے ہیں جو پرانے نبی کی کتاب اور شریعت پر عمل کرے۔

رسول:

رسول اس نبی کو کہتے ہیں جو نئی کتاب اور نئی شریعت لے کر آئے۔

کبھی کبھار قادیانی کہتے ہیں کہ نبی اور رسول کی جو تعریف آپ کرتے ہیں وہ درست نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اور رسول کا یہی فرق جو ہم بیان کرتے ہیں، وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے نے بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئں:

"دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں جن میں شریعت لانے والے رسول صرف 315 تھے۔[1]"

ختم نبوت پر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبیوں اور رسولوں کی تعداد حضور ﷺ پر مکمل ہو چکی ہے۔ اب تا قیامت کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

جبکہ قادیانی نبوت کی 3 اقسام مانتے ہیں۔

1۔ تشریعی نبوت 2۔ غیر تشریعی نبوت 3۔ ظلی نبوت

---

[1] ختم نبوت کی حقیقت صفحہ 106

تشریعی نبوت:

قادیانی کہتے ہیں کہ نئی شریعت کے ساتھ جو نبوت ہے اس کو تشریعی نبوت کہتے ہیں۔

غیر تشریعی نبوت:

قادیانی کہتے ہیں کہ بغیر شریعت کے ساتھ جو نبوت ملتی ہے اس کو غیر تشریعی نبی کہتے ہیں۔

ظلی نبوت:

قادیانی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اتباع سے جو نبوت ملتی ہے اس کو ظلی نبوت کہتے ہیں۔

قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ تشریعی اور غیر تشریعی نبیوں کی تعداد تو حضور ﷺ کے آنے سے مکمل ہو چکی ہے جبکہ ظلی نبوت کا دروازہ تا قیامت کھلا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ظلی نبوت صرف مرزا قادیانی کو ملی ہے۔ [1]

قادیانیوں سے ایک سوال:

دعوی جب خاص ہو تو دلیل بھی خاص ہوتی ہے۔ آپ قادیانیوں نے نبوت کی تیسری قسم یعنی ظلی نبوت کو ایک مستقل نبوت قرار دیا ہے۔

ہمارا قادیانیوں سے سوال ہے کہ سب سے پہلے تو ہمیں قرآن اور حدیث سے وہ دلائل بتایئں جن سے پتہ چلے کہ شریعت والی نبوت بھی بند ہے اور بغیر شریعت کے نبوت بھی بند ہے۔

اور سب سے آخر میں ہمیں قرآن اور حدیث سے وہ دلائل بتایئں جہاں لکھا ہو کہ شریعت اور بغیر شریعت کے نبوت کا دروازہ تو بند ہے لیکن ظلی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

قیامت تو آسکتی ہے لیکن قادیانی قیامت کی صبح تک کوئی قرآن کی آیت یا کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے جہاں یہ لکھا ہو کہ حضور ﷺ کے آنے سے شریعت والے اور بغیر شریعت والے نبیوں کی تعداد تو مکمل ہو چکی ہے لیکن ظلی نبی تا قیامت آسکتے ہیں۔

قادیانی قیامت تک اپنے من گھڑت دعوی پر دلیل نہیں پیش کر سکتے۔

ھاتو برھانکم ان کنتم صدقین

---

[1] کلمۃ الفصل صفحہ 112

ظلی نبوت:

قادیانی کہتے ہیں کہ ظل سائے کو کہتے ہیں اور مرزا قادیانی نے حضور ﷺ کی اتنی کامل اتباع کی کہ مرزا قادیانی نعوذ باللہ حضور ﷺ کا ظل بن گیا۔اور ظلی نبی بن گیا۔ لیکن یہ قادیانیوں کا دھوکہ ہے۔ قادیانی دراصل مرزا قادیانی کو نعوذ باللہ حضور ﷺ جیسا بلکہ نعوذ باللہ حضور ﷺ سے بڑھ کر درجہ دیتے ہیں۔

آیئے قارئین مرزا قادیانی کی کی ایک تحریر کا جائزہ لیتے ہیں جہاں مرزا قادیانی ظل اور اصل کی وضاحت کر رہا ہے۔

مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"خدا ایک اور محمد ﷺ اس کا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔ مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔

جیسا کہ تم آیئنہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو۔ اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں۔ صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔[1]

معزز قارئین مرزا قادیانی کا کفر یہاں ننگا ناچ رہا ہے مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ میں ظلی طور پر محمد ہوں اس کا مطلب ہے کہ نعوذ باللہ اگر آیئنے میں حضور ﷺ کو دیکھا جائے تو وہ مرزا قادیانی نظر آئیں گے۔ اور جو مرزا قادیانی آیئنے میں نظر آرہا ہے وہ مرزا قادیانی نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ حضور ﷺ ہیں۔

اگر دونوں ایک ہی ہیں تو پھر ظل اور بروز کی ڈھکوسلہ بازی کیوں کرتے ہو؟؟؟ یہ تو صرف لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور کچھ نہیں۔

اب مرزا قادیانی کے ظل اور بروز کے فلسفے کو مرزا قادیانی کی ہی تحریرات سے باطل ثابت کرتے ہیں۔

1)مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"نقطہ محمدیہ ایسا ہی ظل الوہیت کی وجہ سے مرتبہ الٰہیہ سے اس کو ایسی ہی مشابہت ہے جیسے آیئنے کے عکس کو اپنی اصل سے ہوتی ہے۔ اور امہات صفات الہیہ یعنی حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر کلام مع اپنے جمیع فروع کے اتم واکمل طور پر اس(آنحضرت ﷺ) میں انعکاس پذیر ہیں"[2]

2)مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

---

[1] کشتی نوح صفحہ 15 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 16

[2] سرمہ چشم آریہ صفحہ 224 مندرجہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 224

"حضرت عمرؓ کا وجود ظلی طور پر گویا آنجناب ﷺ کا ہی وجود تھا۔"[1]

3) مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"خلیفہ دراصل رسول کا ظل ہوتا ہے۔"[2]

مرزا قادیانی کے اگر ظل اور بروز کے فلسفے کو تسلیم کرلیں تو پھر حضور ﷺ کو بھی خدا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور حضرت عمرؓ اور تمام خلفائے راشدینؓ کو رسول تسلیم کرنا پڑے گا۔

کیا کوئی قادیانی ایسا ایمان رکھتا ہے کہ حضور ﷺ خدا ہیں اور حضرت عمرؓ اور تمام خلفائے راشدینؓ رسول ہیں؟؟

اگر مرزا قادیانی کے فلسفے کے مطابق حضور ﷺ خدا کے ظل ہو کر بھی خدا نہیں ہوسکتے اور حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء رسول اللہ ﷺ کے ظل ہو کر بھی رسول نہیں ہوسکتے تو مرزا قادیانی کیسے نبی اور رسول ہوسکتا ہے؟؟

ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلی اور بروزی نبوت کی اصطلاح صرف لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ہے۔ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

قادیانیوں کے نزدیک معیار نبوت:

نبوت کا معیار ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

حضرت ابوسفیانؓ زمانہ جاہلیت میں تجارتی سفر پر روم گئے۔ اور قیصر روم نے انہیں اپنے دربار میں بلاکر سوال پوچھے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ جنہوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے ان کا خاندان کیسا ہے؟؟

حضرت ابوسفیانؓ نے جواب دیا تھا کہ وہ عالی نسب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

قیصر روم نے اس پر یوں تبصرہ کیا تھا کہ انبیاء عالی نسب قوموں سے ہی مبعوث کئے جاتے ہیں۔[3]

نبی کا عالی نسب خاندان سے مبعوث ہونا ایسی بات ہے جس پر کافروں کو بھی اتفاق ہے لیکن مرزا قادیانی جیسے بدترین کافر کے نزدیک چور، زانی، بدکار، ذلیل و کمینے بھی نبی ہوسکتا ہے۔

مرزا قادیانی نے لکھاہے: "ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے۔ اور ان کے پائخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے۔ اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہوچکی ہے۔ اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے۔

---

[1] ایام الصلح صفحہ 35 مندرجہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 265

[2] شہادۃ القرآن صفحہ 57 مندرجہ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353

[3] بخاری شریف حدیث نمبر 7، باب کیف جانب کان بدؤالوحی الی رسول اللہ ﷺ

اور چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبر داروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں۔ اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔

اب خداتعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خداتعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے۔ اور اسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لے کر آوے۔ اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کرے گا خدا اسے جہنم میں ڈالے گا۔ لیکن باوجود اس امکان کے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کبھی خدا نے ایسا نہیں کیا"

1

[1] تریاق القلوب صفحہ 67,68 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 280
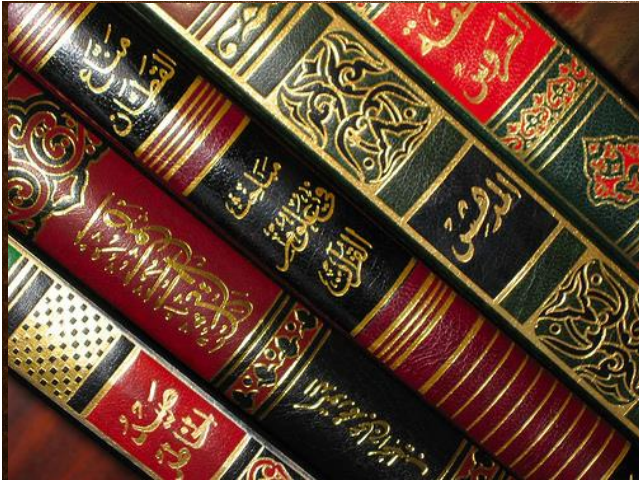
لوح و قلم کی حکمرانی اور فکر و فن کی جہاں بانی مسلمات سے ہے جہاں دین اسلام کی تحفظ و پاسبانی میں تلواروں کے ذریعہ مجاھدین نے ایک اہم کردار ادا کیا وہیں ترویج دین متین کے سلسلے میں اصحاب فکر و فن نے قلم و قرطاس کے ذریعہ جو خدمات دینیہ انجام دیں وہ بھی ناقابل فراموش ہیں ذیل میں ان چند علماء کرام کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے قلم و قرطاس کے ذریعہ امت کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت فرمائی اور بیش بہا نقوش ثبت فرمائے:

(1) حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ الرحمہ:

آپ علیہ الرَّحمہ 450ھ میں خراسان کے ضلع طوس کے علاقے طابران میں پیدا ہوئے۔

اصول دین، اختلافی مسائل، منطق و فلسفہ وغیرہ علوم و فنون میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ بغداد معلی میں چار سال تدریس فرمائی۔ آپ نے کئی علوم و، فنون میں کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔ ان کتب میں خاص طور پر احیاء العلوم (جو کہ تصوف کے موضوع پر ہے) نے زیادہ شہرت حاصل کی ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے لیے بیت المقدس میں جو جگہ منتخب فرمائی تھی وہ قبۃ الصخرہ کا مشرقی گوشہ تھا اور آپ اس گوشہ میں معتکف تھے۔

یہ کتاب عربی میں تھی جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات کا اس سے فائدہ اٹھانا مشکل تھا۔ لہذا ایسے حضرات کی آسانی کے لئے دعوت اسلامی کے تحت اس کتاب کا آسان اردو ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے۔

دنیائے تصوف کا یہ درخشندہ ستارہ 55 سال کی عمر میں بروز پیر 14 جمادی الاخری 505ھ کو بمقام طابران طوس میں غروب ہوا۔[1]

[1] احیاء العلوم مصنفہ امام غزالی ج1 ص14؛29؛34؛35 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

(2) شیخ الاسلام امام احمد بن حجر المکی الشافعی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ماہ رجب المرجب سن 909ھ کو مغربی مصر میں ابو الھیثم نامی محلہ میں ہوئی، اسی نسبت سے آپ کو ہیثمی کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے دور کے ایک عظیم صوفی محدث اور فقیہ گزرے ہیں۔

آپ کم عمری ہی میں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعۃ الازھر مصر گئے اور وہاں کے نامور علماء سے علمی استفادہ کیا اور کثیر علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔

اس کے بعد آپ درس و تدریس میں مصروف ہو گئے اور ساتھ ساتھ تصنیفی کام بھی کرتے رہے آپ نے اپنی کئی یادگار تصانیف چھوڑیں جن کی تعداد 500 سے زائد ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ 64 سال تک آسمان علم و فن کے افق پر درخشندہ ستارہ بن کر چمکتے رہے بالآخر رجب المرجب سن 973ھ یا سن 974ھ کو مکہ مکرمہ میں اس دار فانی سے رخصت ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے اور، آپ علیہ الرحمہ کو جنت المعلی میں طبری مقبرہ میں دفن کیا گیا۔[1]

(3) حافظ شرف الدین عبد المومن بن خلف الدمیاطی قدس، سرہ:

آپ علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت سن 613ھ بمطابق 1217ء کو تونہ شہر میں ہوئی۔

زیادہ تر وقت مصر کے مشہور شہر دمیاط اور اسکندریہ میں گزار اور وہیں سے علم حاصل کیا اور سماع حدیث کیا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے دیگر شہروں کا سفر کیا اور علمی شہ پاروں کو چنا۔

بعد تحصیل علم آپ نے تشنگان علام نبویہ کو فیض یاب کیا اور اسکے علاوہ آپ نے تصنیفی میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں آپ کی تصنیفات کی تعداد تتبع و تلاش کے بعد 36 تک پہنچتی ہے۔ علامہ ابن شاکر فرماتے ہیں کہ انکی کتب پالکی میں حدیث و لغت کے فن میں پچیس جلدوں میں اٹھایی گئی۔

705ھ بمطابق 1306 میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے انتقال کر گئے۔[2]

(4) عارف باللہ علامہ عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی علیہ الرحمہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ 5 ذوالحجۃ الحرام سن 1050ھ بمطابق 19 مارچ 1641ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔

آپ کا تعلق اس خاندان سے ہے جس کے افق پر علم و فضل کے کئی درخشندہ ستاروں نے اپنی چمک دمک سے جہالت کے اندھیرے کو کافور کیا۔

---

[1] جہنم میں لے جانے والے اعمال مصنفہ شیخ الاسلام ابن حجر مکی شافعی ج اول ص 29:30؛31 مطبوعہ مکتبہ المدینہ باب المدینہ کراچی

[2] جنت میں لے جانے والے اعمال مولفہ حافظ شرف الدین دمیاطی ص 25:28 مطبوعہ مکتبہ المدینہ باب المدینہ کراچی

1062ھ کو ابھی آپ بارہ سال کے ہی تھے کے سایہ پدری سر سے اٹھ گیا لیکن آپکا علمی سفر جاری وساری رہا یہاں تک کے ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مروجہ علوم وفنون کے حصول کی خاطر اپنے زمانے کے مشہور ونامور علماء ومحدثین کے دامن فیض سے وابستہ ہوگئے۔

20سال کی عمر میں مسند تدریس پر جلوہ آرا ہوئے اور ساتھ ہی میدان تصنیف مین بھی اتر آئے آپ نے تقریباً 250 سے زائد کتب یادگار چھوڑیں ایک تصنیف دیوان الدواوین چار جلدوں پر مشتمل ہے

آپ کاوصال 1143ھ بمطابق 1731ء کو 24 شعبان المعظم بروز اتوار بوقت عصر دمشق میں ہوا۔[1]

(5) امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت رجب المرجب 336ھ کو ایران کے مشہور شہر اصبہان میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت سیدنا عبد اللہ بن احمد علیہ الرحمۃ اصبہان کے علماء ومحدثین مین سے ایک تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے شہر اصبہان حاصل کرنے کے بعد آپ نے منتہی علوم وفنون کے لئے مکہ مکرمہ، بغداد معلی، کوفہ، نیشاپور کے سفر کیے پھر آپ نے اپنے شہر مین اقامت اختیار کرلی اور تدرس و، تصنیف میں مصروف ہوگئے یوں آپکی زندگی کا بیشتر حصہ تدریس وتصنیف میں گزرا سماع حدیث اور تدریس وتصنیف کاتو اس قدر شوق تھا گویا یہ ان کی غذا میں شامل تھا آپ کی تصنیفات وتالیفات کی تعداد 50 سے زائد ہے

علم وعمل کا یہ بحر ذخار تشنگان علوم کو، سیر اب کرتا ہوا، 20 محرم الحرام 450ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔[2]

(6) بیہقی ثانی حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ماہ شعبان المعظم سن ۷۷۳ھ میں ہوئی۔

آپ اپنے وقت کے ایک بلند پایہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کُہنہ مشق (تجربہ کار) مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ سے زائد ہے جن میں فتح الباری شرح صحیح البخاری نے خاص طور پر زیادہ شہرت پائی۔

آپ کاوصال ۲۸ ذی الحجہ سن ۸۵۲ھ ہفتہ کی رات کو ہوا۔[3]

---

[1] اصلاح اعمال مصنفہ عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی ج 1 ص 56؛57؛58؛73 مطبوعہ مکتبہ المدینہ باب المدینہ کراچی

[2] اللہ والوں کی باتیں ج اول ص 34؛36؛37

[3] ھدایہ اولین مولفہ امام برہان الدین مرغینانی ص ۲۱، ۲۳، ۲۵ مجلس البرکات مبارکپور اعظم گڑھ یوپی ہند

(7) استاذ الھند شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۲۲ محرم الحرام ۹۱۱ھ کو بوقت صبح گجرات کے شہر مدینۃ الاولیاء احمد آباد ہند میں ہوئی۔
جملہ علوم وفنون میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپکی تصنیفات کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تدریس و تصنیف میں گزارا خاص کر آپ نے درسیات پر جو حواشی وتعلیقات لکھی ہیں وہ رہتی دنیا تک امت پر احسان رہے گا۔
آپ کا انتقال ۲۹ محرم الحرام ۹۹۸ھ کو ہوا۔ مزار مبارک مدینۃ الاولیاء احمد آباد شریف میں مرجع خلائق ہے۔[1]

(8) محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظ الحدیث، ماہر علومِ کثیرہ تھے۔
آپ کی مرقومات کی تعداد 116 تک پہنچتی ہے بالخصوص فنِ حدیث کی ترویج واشاعت میں آپ کا ایک نمایاں کردار رہا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شروحات اشعۃ اللمعات اور لمعات التنقیح سے ظاہر و باہر ہے۔
۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم وفضل غروب ہو گیا جس نے چورانوے سال تک فضائے ہند کو منور و تاباں کیا۔ آپ کا مزار فائض الانوار ہندوستان کی راجدھانی (Capital) دہلی میں زیارتگاہ خاص وعام ہے۔[2]

(9) فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون سن ۱۸۵۶ء روز شنبہ کو ظہر کے وقت شہر بریلی محلہ جسولی میں ہوئی۔
تقریباً ۱۲۰ علوم وفنون پہ مہارت تامہ حاصل تھی۔ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرَّحمہ کی روایت کے مطابق آپ کی تصنیفات کی تعداد 6 سو سے زائد ہے۔
علم العقائد میں آپ نے ۳۱ اور علم الکلام میں ۱۷ اور علم المناقب میں ۱۸ علم تفسیر میں میں چھ اور فرقہائے باطلہ کے رد میں تقریباً دو سو سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔
آپ کا وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بجکر ۳۸ منٹ پر عین اذان جمعہ میں ادھر موذن نے حی علی الفلاح کہا ادھر روح پُر فتوح نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مرقد اطہر محلہ سوداگران بریلی شریف ہند میں مرجع خلائق ہے۔[3]

---

[1] حاشیۃ العلوی علی البیضاوی مصنفہ شیخ وجیہ الدین محدث گجراتی ج اول ص ۲۷، ۵۰، ۵۴ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف
[2] اخبار الاخیار مولفہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ص ۱۱، ۱۴ مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو دہلی
[3] سوانح اعلیٰ حضرت مصنفہ مفتی بدر الدین قادری علیہ الرحمہ ص ۸۸، ۹۳، ۹۴ مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو دہلی

(10) عارف باللہ امام یوسف بن اسمعیل نبہانی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۵ھ بمطابق ۱۸۴۹ء کو ارض فلسطین کے شمال میں واقع گاؤں اجزم میں ہوئی۔
ایک عاشق رسول خداشناس پاک طینت بزرگ تھے آپ نے اپنی عمر کا آخری حصہ دیار حبیب مدینہ شریف میں گنبد خضراء کے سایہ تلے تصنیف و تالیف کے لئے وقف کر دیا اور ۵۰ سے زائد کتب ورسائل تصنیف فرمائے جن میں حجۃ اللہ علی العالمین انتہائی مقبول ہے۔
عشق مصطفے سے درخشندہ یہ ستارہ ۱۳۵۰ بمطابق ۱۹۳۲ء کو غروب ہو گیا اور آپ کا مزار منورہ (منورہ کسی مقام کا نام ہے تو ٹھیک ورنہ حذف کر دیا جائے۔کاشف) بیروت میں زیارت گاہ خاص وعام ہے [1]۔

(11) بانی جامعہ نظامیہ امام انوار اللہ فاروقی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۴ر بیع الثانی ۱۲۶۴ھ میں ریاست حیدرآباد بمقام ناندیڑ میں پیدا ہوئے۔
آپ قومی راہنما و قائد، شیخ طریقت اور جامع علوم و معارف تھے۔ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دئے، علمی فنی تحقیقی واستدلالی انداز میں درجنوں کتابیں لکھیں۔ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران انوار احمدی نامی کتاب تصنیف فرمائی جو نبی پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے آپ کے عشق کی آئینہ دار ہے۔
۱۳۳۶ھ کے اوائل میں مرض سرطان (Cancer) میں مبتلا ہو گئے اور جمادی الثانی کے آخری پنجشنبہ میں اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ آپکی تربت اطہر جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے وسیع صحن میں مرجع خلائق ہے۔[2]

(12) خلیفہ اعلی حضرت سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۴ء کو قصبہ جائس ضلع رائے بریلی (یوپی) ہند میں پیدا ہوئے۔
آپ اپنے آباء واجداد کے علوم کے حقیقی وارث و جانشین اور ایک ذی صلاحیت مدرس اور بلند پایہ محدث اور سیاسی قائد ورہنما بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر کتب ورسائل تالیف فرمائے جن کی تعداد ۵۰ کے قریب ہے جن میں قرآن پاک کا سلیس ترجمہ "معارف القرآن "اور مجموعہ کلام "فرش پر عرش "سب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں۔
آپ کا وصال پر ملال ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ اور مزار فائض الانوار کچھوچھہ مقدسہ میں مرکز تجلیات ہے [3]۔

---

[1] حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین مصنفہ امام یوسف نبہانی ج اول ص ۲۱، ۲۲ مطبوعہ برکات رضا پور بندر گجرات
[2] سالنامہ انوار جامعہ نظامیہ مطبوعہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵
[3] جام نور کا محدث اعظم نمبر مکتبہ جام نور دہلی

(13) صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ کو مراد آباد یوپی ہند میں پیدا ہوئے۔

جامع الصفات، فقیہ العصر اور ایک عظیم مفسر تھے۔ آپ نے کمسنی ہی میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا بڑے بڑے اہل قلم آپکے رشحات قلم کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے۔ ۲۰ سال کی کم عمر میں علم غیب مصطفے کے ثبوت میں "الکلمہ العلیا لاعلاء علم المصطفے" تصنیف فرمائی اس کے علاوہ اور بھی مولفات ہیں جن میں سب سے زیادہ شہرت تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان نے پائی۔

آپ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ کو دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اور آپ کا مزار مبارک جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) میں نعیمی مسجد کے بائیں جانب واقع ہے۔[1]

(14) خلیفہ صدر الافاضل حضرت علامہ الحاج الشاہ اجمل حسین سنبھلی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارک ۱۵ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ کو بوقت صبح صادق مرکز العلماء سنبھل ضلع مراد آباد میں ہوئی۔

آپ ایک منجھے ہوئے بہترین مدرس اور مناظر اسلام تھے اس کے علاوہ آپ نے ۳۰ سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جن میں آپکے نوک قلم سے صادر ہونے والے فتاویٰ بنام فتاوی اجملیہ بہت مقبول و مستجاب ہے۔

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء بروز بدھ کو دنیا سے رخصت ہوئے اور آپکا مزار پر انوار مرکزی ادارہ جامعہ اجمل العلوم سنبھل میں مرجع خاص وعام ہے۔[2]

(15) فیض ملت علامہ مفتی فیض احمد اویسی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ تخمیناً ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء کو حامد آباد ضلع رحیم یار خان (بہاول پور ڈویژن) میں پیدا ہوئے۔

آپ نے اپنی زندگی خدمت دین میں گزار دی۔ جہاں آپ ایک فاضل مدرس تھے وہیں آپ ایک کُہنہ مشق مصنف بھی تھے۔ آپ نے ملی اصلاحی سماجی معاشی ہر میدان میں ہزاروں کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں۔ ان کتب ورسائل کی تعداد 3000 سے زائد ہے[3]۔

---

1 فتاوی صدر الافاضل مصنفہ صدر الافاضل ص ۵۳، ۵۴، اطیب البیان صدر الافاضل ص ۱۲۹

2 فتاوی اجملیہ مصنفہ مفتی اجمل حسین شاہ سنبھلی ج اول ص ۳۷، ۳۸، ۵۵

3 علم کے موتی ص ۳۱، ۵۱

(16) محقق جبل پور حضرت علامہ مفتی عبد الواحد جبل پوری:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۹ جنوری ۱۹۴۳ء شب دوشنبہ ساڑھے بارہ بجے بمقام گوہل پور پرانا پل شہر جبل پور میں ہوئی۔

آپ ایک عظیم پایہ محقق ہونے کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان کے بھی شہسوار تھے۔

آپکی تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ ہے اور آپ کے فتاوی تقریباً ۷ جلدوں پر مشتمل ہیں۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ مسلسل لکھنے کی وجہ سے آپ کی شہادت کی انگلی میں گہرا نشان پڑ گیا تھا جس پہ آپ پٹی باندھ کر لکھتے تھے۔

آپکی وفات ۸ جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ بمطابق ۳۰ اپریل ۲۰۱۲ء کو ہوئی۔ [1]

---

[1] گلہائے عقیدت ص 147، 60 و بروایت جانشین قاسم نعمت

Abstract

The Holy Prophet PBUH was sent to a society which was incredibly ignorant and undeveloped. The inhabitants of Arab were backward in all walks of life on individual as well as collective level. Their religious, social, ethical, economic, moral and political condition was really pathetic as they used to boast for being illiterate, immoral, unethical, egoistic, corrupt, quarreler, and lavish. The task of establishing an ideal society was really challenging in that environment but our Holy Prophet PBUH through his unique and continuous efforts awakened the people with the light of knowledge. He cut the roots of ignorance, kindled the hearts and established the learned, peaceful, welfare, and an ideal state. This research paper was aimed at exploring the educational approach of Holy Prophet PBUH in relation to establish an ideal society. Qualitative and descriptive research approach was used for the collection and analysis of date. The research work was divided into three sections; **First section** provided an overview of Arab society at the time of claim of Prophecy, **second section** addressed the personality of Holy Propeht PBUH as an educationist, and **third section** looked into educational approach of Holy Prophet as a tool of change into the society. The review of literature concluded that education was the most powerful tool of change in the eyes of Holy Prophet PBUH. He converted the men of ignorant into men of knowledge with the power of knowledge within a short time frame. It was therefore suggested that the religious scholars, politicians, leaders, and administrative, educationists, and policy makers should take guidance from the Seerah of Holy Prophet PBUH to establish a peaceful and ideal state.

---

[1]Dr. Muhammad Zulqarnain
Former Principal, Ghazali School, Wah Cantt
zulqarnain4386@gmail.com, +92 307 43 86 143

Key words: Educational Approach, Holy Prophet (PBUH), Ideal State, Society

Introduction

The Holy Prophet PBUH was sent to such people who were extremely backward in all aspects of life. Their religious, political, social, moral, cultural and economical condition was worst. They were illiterate, uncivilized and highly ill mannered.

Religiously, in Arab, nobody was true worshiper of Almighty Allah. Different tribes had their own beliefs. They had made different idols for worship. Some idols were in the shape of houses, some were in the shape of trees and some were of stones. Three hundred and sixty idols were placed around the Ka'bah. [1] In their beliefs, angels were considered as daughters of Almighty Allah. Some people were atheist in the Arab whereas some did not believe in the prophets. Some of them were denying the "Day of Judgment". [2]

Politically, Arabs of border areas were cruelly treated by the governments of outer countries (Syria & Iraq). The public was a tool of providing tax to the government. The rulers had been fulfilling their wrong desires by the means of public. All facilities were for the political authorities, and public was spending very hard life. The internal situation of the Arabs was different than that of external. They were not ruled by any king due to a tribal system. The government of Hijaz (Makkah) was considered very respectable due to sacred place (Ka'bah). [3]

Economically, Arabs was very much poor and had a little bit trade. Their trade was concerned with different countries. The travelling ways were not safe and the criminals used to snatch away the goods of the traders. The Sacred four months were very useful for the trade. In

[1] Al-Azhari, Karam Shah, *Zia-un-Nabi*, (Lahore: Zia-ul-Quran Publications, 1999), p: 317
[2] Nadvi, S. M, *Tareekh-e-Islam*, (Lahore: Maktaba Khaleel, n.d), P: 28
[3] Mubarakpuri, Safiurrehman, *Al-Raheeq-ul-Makhtoom*, (Lahore: Al-Maktaba Al-Salafiah, 1995), p: 55-56

these months, the markets were established. [1] Other than trade, there were some other sources of earning such as gambling, stealing, robbery, giving interest, and bet etc.

Socially, Arab society was divided into different tribes. They were in habit of quarreling on little things. Their wars were continued to the next generations even. The offenders were punished in a very cruel way. They were practicing different social evils like gambling, drinking, and robbery without any hesitation. [2] Rape was their national tradition. Making love and love stories in crowd, was considered as an act of honor. Women were considered as misfortune. Girls were killed by burying them soon after their birth. [3]

The society was divided into two categories: Owner and slave. The slaves were used to do all the labor and the owners were got the fruits of labor. They were cruelly treated with their slaves and took work beyond to their capacity. [4] Arabs had a different culture to the other nations. They had irrational and illogical customs and traditions. According to Badayuni, Arabian tribes disliked urban life so their culture and qualities were unique from others. [5]

Educationally, the Holy prophet PBUH was sent in the society of ignorant people. In that society, there was no trend of education. Allama Raghib Tabbakh writes about their educational condition that "one of major qualities of Arabs was to be Ummi (ignorant) as there were only few persons who could read and write". [6] Almighty Allah mentioned the ignorance of Arabs before sending the Holy Prophet PBUH to them "Although they were before in clear error". [7]

---

[1] Mubarakpuri, Safiurrehman, *Al-Raheeq-ul-Makhtoom*, (Lahore: Al-Maktaba Al-Salafiah, 1995), p: 71
[2] Nadvi, S. M, *Tareekh-e-Islam*, (Lahore: Maktaba Khaleel, n.d), P: 28
[3] Nadvi, S. M, *Tareekh-e-Islam*, (Lahore: Maktaba Khaleel, n.d), P: 28
[4] Mubarakpuri, Safiurrehman, *Al-Raheeq-ul-Makhtoom*, (Lahore: Al-Maktaba Al-Salafiah, 1995), p: 55
[5] https://drive.google.com/file/d/1o8O0Sb834s9wdzQFKZeROxyMb5WL_ZhP/view, (accessed 06 Oct, 2018)
[6] Tabbakh, Raghib, *Tareekh-e-Afkar wa Uloom-e-Islami*, (Lahore: Islamic Publications PVT Ltd, 2006), p: 57
[7] Al-Quran, Al-Juma: 2

It was very difficult to educate such nation who was unaware of even the name of reading and writing. But it was the prophet PBUH, who within the short time, preached the men of ignorance and educated them to such an extent that they became the leaders of mankind. The prophet PBUH removed the ignorance of Arabs with the help of education.

Objectives of the study

The main objectives of the study are:

1. To disclose the condition of Arab during the time of Holy Prophet PBUH.
2. To highlight the importance of education to Holy Prophet PBUH.
3. To explore the strategy of Holy Prophet PBUH for bringing change into society.

Research Methodology

The aim of this study was to explore the educational strategy of Holy prophet PBUH. According to the nature of subject matter, the methodology used for the research was qualitative and descriptive. An ample amount of literature was reviewed for the collection and analysis of data. First and foremost the research relied on the basic and primary sources of Islam i:e Quran and tradition of Holy Prophet PBUH however biography of Holy Prophet (PBUH) and Islamic history were also consulted and regarded as a secondary source. In addition to that according to the modern research approach the author accessed books, research articles, theses, research reports and book reviews. After careful assurance and verification the data had also been taken from internet as well.

The Holy Prophet (PBUH): A Perfect Personality

All the great leaders, successors, reformers and revolutionaries were expert in one or in two disciplines of human life. It was the Holy Prophet PBUH who was perfect personality in all aspects of human life. His life can be said an exemplary life for the whole mankind. Not only believers, but also the non-believers accepted him as universal balanced personality for all times. Michael H. Hart said him a successor of materialistic as well as the spiritual world. He says “He was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular

level”. [1] Professor Jules Masserman comments on the personality of Holy Prophet PBUH as “the greatest leader of all times was Mohammed”. George Bernard Shaw Praises him with these words “he must be called the savior of humanity". [2]

The teachings of Holy Prophet PBUH provided the guidelines in all walks of the human life. This was according to the Holy Quran as Almighty Allah proclaimed his prophet as a complete role model for mankind. Holy Quran said about his perfect personality; “There has certainly been for you in the Messenger of Allah an excellent pattern”. [3]

Hafiz Ibn e Kathir, a well renowned scholar of religious sciences, writes in his exegesis that this verse of Holy Quran is greatest evidence for the obedience of sayings, deeds and expressions of Holy Prophet PBUH. Muslim scholars have addressed every aspect of the life of Holy Prophet PBUH. [4] He seems at the same time as an expert businessman, reformer, preacher, commander in chief, ethical model, philosopher, lawyer, head of state, Judge and an educationist. He has left a complete guidance for mankind through his sayings, deeds, commandment, approvals and disapprovals. Now Judges, lawyers, philosophers, educationists, commanders and businessmen can follow his teachings to explore their profession better.

Surely, Prophet Muhammad PBUH is the single personality in the history who explained the rights of poor, orphans, widows, and oppressed people of the society. He inspired his believers to help them and declared it as an act of worship. He is not the messenger of any specific nation, culture and time but he is the prophet of all mankind for all times. His mercy is for all humans for all times. A number of Islamic scholars have worked out on the biography of Holy Prophet PBUH. This trend of writing, on different aspects of Holy prophet’s life is progressing day by

---

[1] Hart, Michel H, *The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History*, (USA, 1978), p: 33

[2] *The non-Muslim verdict on Prophet Muhammad PBUH*, (Virginia: Islamic Center of Blacksburg for Islamic Information & Education, 1995)

[3] Al Qur’an, Al-Ahzab: 21

[4] http://quran.al-islam.com/Loader.aspx?pageid=215, (accessed 06 December, 2013)

day. Different countries arrange seminars, conferences and contests about his Seerah (biography of Holy Prophet PBUH. The discipline of "Biography of the Holy Prophet "is one of the important disciplines in the Islamic studies up to the doctorate level. The research scholars' research in different aspects of his life so that the believers can spend their lives according to Holy Prophet's teachings. Various dimensions of teachings of Holy Prophet are addressed by Muslim scholar. [1]

The Holy Prophet PBUH: A Perfect Educationist

History has confirmed that Holy Prophet PBUH dealt educational affairs very seriously. One can see that his whole life was connected with the process of education. He performed his duties in all conditions and situations, even in battlefield. He never wasted any opportunity of educating the people. Sometimes, he went to different places to teach the people and to guide them towards right path.

At the time of Pilgrimage (Hajj) Holy Prophet PBUH was used to visit different tribes to preach the religion of Almighty Allah. Sometimes, Holy Prophet used to go to markets like Sooq-e-ukaz, Majinnah, and Zul Majaz to preach the people. When Holy Prophet PBUH talked to the people, Abu Lahab used to oppose him and tried to distract the attention of people.

The Holy Prophet PBUH advised his companions to take care in preaching of knowledge as well as the seekers of knowledge. Hadrat Abu Saeed Khudri always used to say 'welcome' to the seekers of knowledge. [2] He said that, we are advised by Holy Prophet to teach you and to treat you with respect. [3]

---

[1] Alkanderi, *Exploring Education in Islam: Al-Ghazali model of the Master-Pupil Relationship applied to educational relationships within the Islamic family*. (USA: The Pennsylvania State University, 2001), p: 29

[2] Alvi, Khalid, *Insan e Kanil*, (Lahore: Al-Faisal Nashran, 2005), p: 213

[3] Ibn-e-Qattaan, *Al Wahm wal Ehaam*, (Al-Riyaz: Dar Tayyaba, 1418A.H), p: 216

Once a companion came to Holy Prophet PBUH and said that he has come to acquire knowledge. Our Holy Prophet PBUH said “welcome to the seeker of knowledge…”[1]

Holy Prophet PBUH not only educated the people, but also made responsibility of every believer to spread the knowledge. For this purpose, he emphasized to gain the knowledge, revealed the higher rank of learners, appreciated the scholars and condemned the ignorant people. He gave an extraordinary importance to acquiring knowledge.

The Holy Prophet showed the importance of acquiring knowledge by saying that “Acquire knowledge from cradle to grave”. [2] He stated the importance of teachers through number of his traditions. He himself introduced as a teacher as he said that; “I have been sent as a teacher”. [3]

A number of examples are present in the life of Holy Prophet PBUH showing the importance of education. We will give only two examples of importance of acquiring knowledge. Holy Prophet PBUH gave a unique concept of education. He advised his companions to acquire knowledge from the birth. It was not only theory but he himself practiced this. Hadrat Abu Rafey narrates that, “I saw the Holy prophet PBUH saying Azaan in the ears of Hadrat Hassan (May Allah Pleased with him) soon after his birth. This is the tremendous example of education that from the birth, a child is guided towards the right path.

Once, the Holy Prophet PBUH told a companion that he is about to die. The companion asked the Holy Prophet to tell him about the best act to perform. Our Holy Prophet PBUH said that “Engage you in acquiring knowledge”. This incident shows clearly shows that how much Holy Prophet was caring about the education. In keeping view the above lines, we can rightly say that the knowledge was of the utmost important to the Holy Prophet from all other things.

---

[1] Tabrani, Suleman bin Ahmad, *Al-Mojam al-Kabir,* (Cairo: Maktaba Ibn-e-Tamiyyah, 1994), 8/54, Hadith no. 7347

[2] Ibn-e-Baz, *Al Fawaid al Ilmiya min duroos al Baziga, (* Demascus: Al-Risalah al Alamiyaah, 1430 A.H), p: 113

[3] Al-Iraqi, Zainuddin*, Al Bais alal ikhlas min havadis-il-qisas,* (n.d), p: 28

Educational Strategy of Holy Prophet PBUH

Almighty Allah appointed His Prophet to bring out the mankind from darkness to the light. He performed his duty tremendously. He rejoined the broken links between the creator and the creature through his extreme efforts. He was well aware of that the ignorance is the root cause of all social evils. Therefore he, throughout his life, tried his best to educate the extremely ignorant people. Shakeel Ahmad asserts that “One of the basic aims of his Prophethood was to educate the humanity”. [1]

The Holy Quran mentioned four times the major duties of Holy Prophet PBUH at different places in the Holy Quran; “He sent among them a Messenger from themselves, reciting to them His verses and purifying them and teaching them the Book and wisdom, although they had been before in manifest error”. [2]
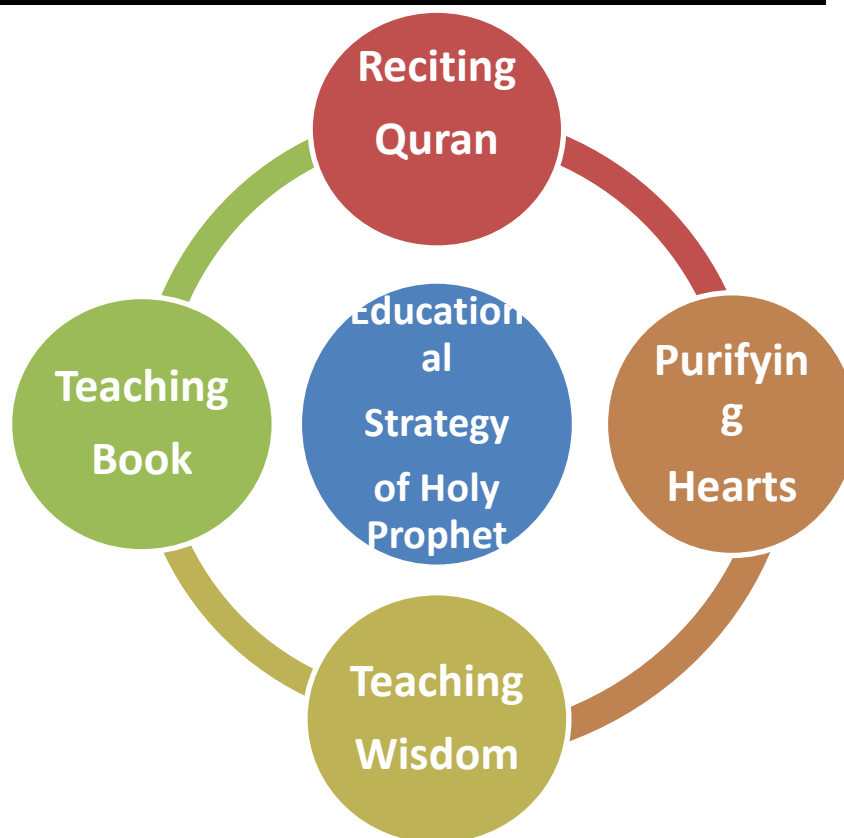
[1] Shakeel Ahmed Qureshi & Muhammad Idrees Lodhi, *Holy Prophet (PBUH) as a Preceptor for All Times*, The Dialogue, (n.d), p: 300-318

[2] Al-Qur’an, Al-Imran:164

The above verse of Holy Quran and diagram states the four major duties of Holy Prophet:

1. Reciting the verses of Holy Quran

2. Purifying the people

3. Teaching the Book (Al-Qur'an)

4. Teaching the wisdom

It is obvious that all these duties are concerned with the process of education. An educational process includes the development of intellectual approach, knowledge and wisdom. One can see that these aspects are clearly mentioned in the above verse.

It is an amazing fact that the Holy Prophet PBUH never learnt a single word from any person, teacher, book or any other source. His education was divine based. Almighty Allah Himself taught him as Allah stated in Holy Quran; "And he has taught you that which you did not know". [1]

Imam Jallauddin sayutti writes in the exegesis of this verse of Holy Quran that, Holy Prophet PBUH was bestowed the knowledge of past as well as the future. Due to the divine guidance, the teachings of Holy Prophet PBUH are golden rules for the mankind. In his teachings, there is no contamination of lust, desire, error or any other impurities. In fact, his teachings are the teachings of Almighty Allah as stated by Almighty Allah himself in the Holy Quran; "Nor does he speak from [his own] inclination". [2]

The Holy Prophet PBUH was guided by Allah Almighty that's why he converted the un-Islamic society into Islamic, ideal, and welfare state in a very short time. He with the help of tool of education brought peaceful revolution and established a model state in Madinah.

---

[1] Al-Qur'an, Al-Nisa:113
[2] Al-Qur'an, Al-Najam: 3

Conclusions & Recommendations

In the light of cited literature, it is concluded that Arab was extremely ignorant in almost all aspects of human life. They were backward in social, economic, political, and legal system. The Holy Prophet PBUH was sent to them to educate them with the help of divine guidance. He did throughout his life by the tool of education. This resulted in purification of belief, thought and actions which led towards the ideal and model state of Madinah. As the Holy Prophet PBUH is declared role model for us, it is therefore essential to take guidance from the life of Holy Prophet PBUH to establish the ideal Islamic welfare state. The state should explore the principles of ideal state from the life of Holy Prophet PBUH.

الاسلام ریئل

ماہانہ آنلائن تحقیقی مجلہ

علوم اسلامیہ و عصری تعلیم۔ کالج، یونیورسٹی، اور فاضلین جامعات متوجہ ہوں

الاسلام ریئل کے آنے والے شمارے کے لیے اپنے مضامین/ مقالہ جات/ ریسرچ پیپر ارسال فرمائیں

ہمارا مقصد صرف اسلام کی طرف اٹھنے والے ہر فتنہ کا علمی جواب دینا ہے اور اس کے لیے ہم سب کو مل کر کام کرنا پڑے گا۔

موضوعات۔ دفاع اسلام۔ دفاع قرآن۔ دفاع حدیث۔ ختم نبوت و ناموس رسالت۔ تقابل ادیان۔ رد الحاد۔ رد فتنہ جدیدیہ (غامدی، انجینئر مرزا، محمد شیخ)۔ اسلامی تاریخ۔ اسلامی سائنس۔ مغربیت اور عصر حاضر

آپ کے جو مضامین HEC کے جرنلز یا کسی بھی رسالہ میں شائع ہو چکے ہیں اور علمی نوعیت کے ہیں تو براہ کرم آپ ہمیں ارسال کر سکتے ہیں۔

مضمون باحوالہ۔ فرقہ واریت۔ تعصب۔ طنز و فریب۔ سے پاک ہونا چاہیے۔

اگر آپ مدرس/ استاد ہیں اور اپنے طالبعلموں کو جو ریسرچ ورک دیتے ہیں، براہ کرم ان کی اجازت سے رسالہ میں شائع کروانے کی کوشش کریں۔

کسی بھی قسم کی علمی معاونت کے لیے **"الاسلام ریئل"** کی ٹیم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

Magazine@AlislamReal.Org

AlislamReal.Org

03004907617

03450580470